Postal Reg. No. L/P/ GDP-1, DEC 2012

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْد

وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ

جلد 60

ایڈیٹر
منیر احمد خادم

نائبین
قریشی محمد فضل اللہ
تنویر احمد ناصر ایم اے

ہفت روزہ
بدر
قادیان
The Weekly
BADR Qadian

شمارہ 29

شرح چندہ
سالانہ 350 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
35 پاؤنڈ یا
60 ڈالر امریکن 65
کینیڈین ڈالر
یا 40 یورو

www.alislam.org/badr

19 شعبان 1432 ہجری قمری ۔ 21 وفا 1390 ہش ۔ 21 جولائی 2011ء

اخبار احمدیہ

قادیان دارالامان: سیدنا حضرت امیر المومنین مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخیر و عافیت ہیں۔ الحمدللہ۔ احباب کرام حضور انور کی صحت و تندرستی، درازیٔ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کے لئے دُعائیں جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ و ناصر ہو اور تائید و نصرت فرمائے۔ آمین ۔ اللھم اید امامنا بروح القدس وبارک لنا فی عمرہ وامرہ۔

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے اسی طرح فرض کر دئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو

ارشاد باری تعالیٰ

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ o اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ وَعَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَہٗ فِدْیَۃٌ طَعَامُ مِسْکِیْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَھُوَ خَیْرٌ لَّہٗ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔

شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْآنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَ الْفُرْقَانِ ج فَمَنْ شَھِدَ مِنْکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْہُ وَمَنْ کَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ یُرِیْدُاللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَایُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ وَلِتُکْمِلُوا الْعِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُوااللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰئکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ o وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّی قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَالدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْالِیْ وَلْیُؤْمِنُوْابِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ o (سورۃ البقرہ:۱۸۴-۱۸۷)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے اسی طرح فرض کردئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ گنتی کے چند دن ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اتنی مدت کے روزے دوسرے ایام میں پورے کرے۔ اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ پس جو کوئی بھی نفلی نیکی کرے تو یہ اس کے لئے بہت اچھا ہے۔ اور تمہارا روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے اس مہینے کو دیکھے تو اس کے روزے رکھے اور جو مریض ہو یا سفر پر ہو تو گنتی پوری کرنا دوسرے ایام میں ہوگا۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا اور چاہتا ہے کہ تم (سہولت سے) گنتی کو پورا کرو اور اس ہدایت کی بنا پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جو اس نے تمہیں عطا کی اور تا کہ تم شکر کرو۔ اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہوں۔ میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہئے کہ وہ بھی میری بات پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

☆......"عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِہٖ فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَۃٌ فِی اَنْ یَّدَعَ طَعَامَہٗ وَشَرَابَہٗ۔ (بخاری کتاب الصوم باب من لم یدع قول الزور والعمل بہٖ)

ترجمہ: "حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جھوٹ بولنے اور جھوٹ پر عمل کرنے سے اجتناب نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں یعنی اس کا روزہ بیکار ہے۔"

☆......عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَ جَلَّ: کُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ لَہٗ اِلَّا الصِّیَامَ فَاِنَّہٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ۔ وَالصِّیَامُ جُنَّۃٌ فَاِذَا کَانَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِکُمْ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّہٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَہٗ فَلْیَقُلْ: اِنِّی صَائِمٌ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَاللّٰہِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْکِ۔ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ یَفْرَحُھُمَا اِذَا اَفْطَرَفَرِحَ وَاِذَا لَقِیَ رَبَّہٗ فَرِحَ بِصَوْمِہٖ ۔ (بخاری کتاب الصوم باب ھل یقول انی صائم اذا شُتم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انسان کے سب کام اس کے اپنے لئے ہیں۔ مگر روزہ میرے لئے ہے اور میں خود اسکی جزا بنوں گا یعنی اسکی اس نیکی کے بدلہ میں اسے اپنا دیدار نصیب کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے روزہ ڈھال ہے، پس تم میں سے جب کسی کا روزہ ہو تو نہ وہ بیہودہ باتیں کرے نہ شور وشر کرے اگر اس سے کوئی گالی گلوچ ہو یا لڑے جھگڑے تو وہ جواب میں کہے کہ میں نے تو روزہ رکھا ہوا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے! روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری سے بھی زیادہ پاکیزہ اور خوشگوار ہے۔ کیونکہ اس نے اپنا یہ حال خدا تعالیٰ کی خاطر کیا ہے۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں مقدر ہیں ایک خوشی اسے اس وقت ہوتی ہے جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور دوسری اس وقت ہوگی جب روزے کی وجہ سے اسے اللہ تعالیٰ کی ملاقات نصیب ہوگی۔

فرمان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

"روزہ کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اس کے حالات کیا بیان کرے۔ روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جسقدر کم کھاتا ہے اسی قدر تزکیۂ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا منشاء اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو یہ مدنظر رکھنا چاہئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اسے چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تا کہ تبتّل اور انقطاع حاصل ہو۔ پس روزہ سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کی تسلی اور سیری کا باعث ہے اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں جس سے دوسری غذا اُنہیں مل جاوے۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۱۰۲ جدید ایڈیشن)

منیر احمد حافظ آبادی ایم اے، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ہفت روزہ بدر قادیان	اداریہ	21؍جولائی 2011ء

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

☆...... عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِذَا جَآءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَ غُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ وَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِيْنُ۔

(بخاری کتاب الصوم باب ھل یقال رمضان او شھر رمضان)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کردئے جاتے ہیں اور شیطان کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

استقبال ماہ رمضان

جس وقت اخبار بدر کا یہ پرچہ آپ کے ہاتھوں میں ہوگا آپ رمضان المبارک کے مقدس مہینہ میں داخل ہو چکے ہوں گے یا ہونے والے ہوں گے۔ ماہ رمضان اسلامی کیلنڈر کے مطابق نوواں مہینہ ہے۔ ماہ رمضان بلا شبہ ایک ایسا مقدس مہینہ ہے جو ہر مسلمان کو یہ خاص منفرد اور حسین موقع عطا کرتا ہے کہ وہ اپنے رب سے دیگر مہینوں کے مقابلے زیادہ قریب ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ اس مہینے میں ایک سچے مسلمان کو اپنے گناہوں کو بخشوانے کی ایک خاص تڑپ پیدا ہوتی ہے اور اس کے بالمقابل خدا تعالیٰ بھی اپنے بندوں کے گناہوں کی بخشش کیلئے اور اُن کی توبہ کو قبول کرنے کیلئے نیکی کے معیار عام دنوں کے مقابل بڑھا دیتا ہے۔ رمضان ایک منفرد مقدس مہینہ ہے جس میں نیکی کرنے کا ثواب عام دنوں کے مقابل زیادہ ہو جاتا ہے۔

اہل لغت رمضان سے مراد دو گرمیاں مراد لیتے ہیں اور رمضان کا اصل رمض یعنی تپش کو قرار دیتے ہیں۔ اس نام کی نسبت سے بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ رمضان گرمی کے مہینہ میں شروع ہوا تھا۔ حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ رمضان کا آغاز سردیوں میں ہوا ہے گرمیوں میں ہوا ہی نہیں ہے۔ رمض عربی زبان میں ہی اس حرارت کو بھی کہا جاتا ہے جس سے پتھر وغیرہ گرم ہو جاتے ہیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام رمضان کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

’’رمضان سورج کی تپش کو کہتے ہیں۔ رمضان میں انسان چونکہ اکل و شرب اور تمام جسمانی لذتوں پر صبر کرتا ہے۔ دوسرے اللہ تعالیٰ کے احکام کیلئے ایک حرارت اور جوش پیدا کرتا ہے۔ روحانی اور جسمانی حرارت اور تپش مل کر رمضان ہوا۔ اہل لغت جو کہتے ہیں کہ گرمی کے مہینہ میں آیا، اسی لئے رمضان کہلایا۔ میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ عرب کیلئے یہ خصوصیت نہیں ہوسکتی۔ روحانی رمض سے مراد روحانی ذوق و شوق اور حرارت دینی ہوتی ہے۔ رمض اس حرارت کو بھی کہتے جس سے پتھر گرم ہو جاتے ہیں‘‘۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۱۳۶ ایڈیشن ۲۰۰۳ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ بالا اقتباس میں دو باتیں بہت بنیادی اہمیت رکھتی ہیں۔

اوّل: روحانی اور جسمانی حرارت اور تپش مل کر رمضان ہوا۔

دوئم: رمض اس حرارت کو بھی کہتے ہیں جس سے پتھر گرم ہو جاتے ہیں۔

روحانی اور جسمانی تپش کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کے مبارک مہینہ میں انسان بھوک پیاس کی شدت برداشت کرتا ہے اور جدوجہد کرتا ہے۔ یہ اس کے لئے ایک حرارت ہے۔ اور روحانی طور پر اس کی روح میں غیر معمولی طور پر گرمی پائی جاتی ہے۔ وہ ایک جوش کے ساتھ اپنے رب کے حضور جھکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کمزور سے کمزور مسلمان بھی رمضان کے مبارک مہینہ میں دیگر دنوں کی نسبت ایک خاص رغبت اپنے دل میں پاتا ہے۔

دوسری بات یعنی رمض اس حرارت کو بھی کہتے ہیں جس سے پتھر وغیرہ گرم ہو جاتے ہیں۔ اس کی تشریح میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ’’اس کا مطلب یہ ہے کہ سخت دلوں کو پگھلانے کیلئے رمضان کو ایک خاص مزاج عطا ہوا ہے اور امر واقعہ یہی ہے کہ بہت سے سخت دل جو عام دنوں میں نرم نہیں ہوتے اور خدا تعالیٰ کیلئے اپنے آپ کو پگھلتا ہوا محسوس نہیں کرتے۔ رمضان میں بعض ایسی راتیں آتی ہیں کہ بے اختیار ان کے دل خدا کے حضور سجدوں میں پگھل کر بہنے لگتے ہیں‘‘ (بحوالہ خطبہ جمعہ ۱۶ فروری ۱۹۹۸ء بدر ۱۲ اپریل ۱۹۹۸)

قارئین! رمضان کے مبارک مہینہ میں قرآن مجید کا نزول ہوا ہے۔ یہ مہینہ خیر و برکت کا مہینہ اور انابت اور رجوع کا مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ (البقرہ:۱۸۶) رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اُتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔ رمضان میں مسلمانوں پر روزے کی فرضیت کا حکم دیا گیا ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقر۔۱۸۴) یعنی اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر روزے اسی طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کر دیئے گئے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ ماہ رمضان مغفرت اور توبہ کا مہینہ ہے۔ مسلم شریف میں حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ’’جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اسی طرح آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو ایمان اور ثواب کی امید کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے تو اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اسی طرح حضرت ابوھریرہؓ کا بھی بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کی پہلی ہی شب شیطان کو جکڑ دیا جاتا ہے اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں پھر ان میں سے کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا۔ اسی طرح رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ایک آواز لگانے والا آواز لگاتا ہے کہ اے خیر کے طلبگار آگے بڑھو اور اے برائی کے طلب گار باز آجاؤ اور ایسا ہر رات ہوتا ہے۔ (سنن ترمذی)

جس مہینہ کی یہ فضیلت ہو کہ اُس میں نزول قرآن ہوا۔ اُس میں روزوں کی فرضیت کا حکم ہو۔ اُس میں جنت کے دروازے کھولے جانے کا ذکر ہو اُس کا حق ہے کہ ہم اس کا شایان شان طریق سے استقبال کریں۔ اس کی برکات سے کما حقہ فیض یاب ہونے کی کوشش کریں۔ ہر لمحہ جو ہماری زندگی میں جاری ہے وہ ہمیں یہ نصیحت کرتا ہے کہ دنیا فانی ہے ہر چیز فنا کی طرف گامزن ہے۔ اس نکتہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہمیں اپنی کمروں کو کس لینا چاہئے اور آنے والے رمضان کی جملہ برکتوں کے حصول کیلئے کوشاں ہو جانا چاہئے۔ رمضان کے استقبال کے سلسلہ کچھ اہم باتیں قارئین کیلئے پیش ہیں۔

رمضان کی خوشخبری دینا:- رمضان کی آمد کی خوشخبری دینا اس کے فضائل و برکات کے بارہ میں لوگوں کو بتانا اس کی حد درجہ تعظیم کرنا مسنون ہے۔ اس کا سب سے بڑا بنیادی فائدہ یہ ہے کہ اس کے نتیجہ میں خاص طور پر غافل اور دین سے بے پرواہ لوگ ہدایت اور عبادت الٰہی کی طرف مائل ہوں نیز جو لوگ عبادت الٰہی بجا لا رہے ہیں وہ اپنے فرائض میں مزید تیزی لے آئیں۔ آنحضرتؐ کی سنت سے ظاہر ہے کہ آپؐ اپنے ساتھیوں کو رمضان کی خوشخبری دیا کرتے تھے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ رمضان ماہ مبارک تم پر سایہ فگن ہوا۔ تم پر جس کے روزے فرض کئے گئے اس ماہ میں جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو قید کر دیا جاتا ہے۔ ’’شب قدر‘‘ ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو اس کی خبر سے محروم ہو جائے وہ بڑا محروم ہے۔

شعبان میں بکثرت روزے رکھنا:- آنحضرت ﷺ کی عادت مبارکہ سے یہ امر بھی ثابت ہے کہ آپ شعبان کے مہینہ میں روزے بکثرت رکھا کرتے تھے۔ یہ امر رمضان کے روزے رکھنے کی تیاری اور نفس کی تمرین اور مشق کے لئے عمدہ طریق ہے۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ میں نے ماہ شعبان سے زیادہ اور کسی مہینہ میں آپؐ کو روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔ آپ شعبان بھر روزہ رکھتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

شعبان کا شمار کرنے اور رمضان کا چاند دیکھنے کا شوق:- ماہ رمضان کی گنتی کا یاد رکھنا، روزے سے متعلق احتیاط بھی رمضان کے استقبال کا ایک پہلو ہے۔ حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ رمضان کے لئے شعبان کے چاند کا شمار رکھو۔ (صحیح سنن ترمذی) حضرت عبداللہ بن قیس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کا جو خیال رکھتے تھے وہ کسی اور ماہ کا نہیں، پھر رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھتے تھے۔ اگر بدلی لگی رہتی تو تیس دنوں کا شمار کرتے تھے، پھر روزہ رکھتے تھے۔ (صحیح سنن ابوداؤد) اور چاند دیکھتے وقت یہ مستحب ہے کہ لوگ یہ دعا پڑھیں اللھم اھلہ علینا بالامن والایمان ربی و ربک اللہ۔ (صحیح سنن ترمذی)

توبہ اور محاسبہ نفس:- رمضان کا جو سب سے بڑا استقبال ممکن ہوسکتا ہے وہ ہے توبہ اور محاسبہ نفس حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے پنج گانہ نمازیں، جمعہ آئندہ جمعہ تک اور رمضان آئندہ رمضان تک اپنے بیچ کے تمام گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے، بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچا جائے (مسلم) ہر شخص اپنا محاسبہ خود کر سکتا ہے کہ اُس کے اندر کون کون سی کمیاں ہیں۔ جب انسان اپنی کمیوں پر نگاہ رکھ کر رمضان میں عہد کے ساتھ داخل ہوگا کہ میں برائیوں سے پاک ہو کر ہی رمضان سے باہر نکلوں گا تو اُس کی اس نیت اور اس کے ساتھ کئے گئے عمل پر یقیناً وہ ۳۰ دن کی پریکٹس کے نتیجہ میں برائیوں سے محفوظ ہو کر نکلے گا۔

احمدیوں کی خصوصی ذمہ داری:- رمضان المبارک کا حضرت امام مہدیؑ کے ساتھ خاص گہرا تعلق ہے۔ رمضان کے مبارک مہینہ میں ہی آنحضرتؐ کی پیشگوئی کے مطابق حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہودؑ کی صداقت کے لئے ۱۸۹۴ء میں چاند سورج گرہن کی عظیم الشان پیشگوئی پوری ہوئی تھی۔ اس نسبت سے ہر احمدی کو خصوصاً عالم اسلام کی ہدایت کیلئے رمضان کا خصوصی استقبال و اہتمام کرنا چاہئے۔ اپنی عبادت کے معیار بڑھانے کیلئے اپنی کمر ہمت کو کسنا چاہئے۔ امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز تمام مسیح محمدی کے غلاموں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

باقی صفحہ 15 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق، غلامِ صادق، امام الزمان اور آپ ؐ کی پیشگوئیوں کے مطابق آنے والے مسیح ومہدی کو اللہ تعالیٰ نے ایک لمبے اندھیرے زمانے کے بعد بھیج کر ہم پر جو احسان کیا ہے اس پر ہم اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر کریں کم ہے۔ اور شکر کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے اس فرستادہ کے اقوال، ارشادات اور تحریرات کو پڑھ کر غور کریں اور اپنی زندگیوں کا حصہ بنائیں۔

آپ علیہ السلام نے بے شمار کتب اسلام کی خوبصورت تعلیم اور قرآنِ کریم کی تفصیل بیان کرتے ہوئے تحریر فرمائیں۔ اسلام کی بالا دستی اور برتری دنیا پر ثابت کی۔ لیکن آپ کی بہت سی مجالس ایسی بھی ہیں جو صحابہ کے ساتھ لگتی تھیں۔ جن میں آپ کے صحابہ اس صحبت سے فیض پاتے تھے۔ ان مجالس کو اس زمانہ میں جماعت کے اخباروں نے محفوظ کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایسی ہی مجالس میں نماز، دعا اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کے ضمن میں آپ کی چند نصائح کا پُر اثر تذکرہ

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 20 مئی 2011ء بمطابق 29 ؍شہادت 1390 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح ،لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر الفضل انٹرنیشنل کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق، غلامِ صادق، امام الزمان اور آپ ؐ کی پیشگوئیوں کے مطابق آنے والے مسیح ومہدی کو اللہ تعالیٰ نے ایک لمبے اندھیرے زمانے کے بعد بھیج کر ہم پر جو احسان کیا ہے اس پر ہم اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر کریں کم ہے۔ اور شکر کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے اس فرستادہ کے اقوال، ارشادات اور تحریرات کو پڑھ کر غور کریں اور اپنی زندگیوں کا حصہ بنائیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں جو یہ فرمایا ہے کہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (التوبۃ: 119)۔ صادقین کے ساتھ ہو جاؤ۔ صادقین کی صحبت سے فیض پاؤ۔ اس کے سب سے خوبصورت نظارے تو ہمیں اُس وقت ملتے ہیں جب صحابہ رضوان اللہ علیہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے فیض پاتے ہوئے آپ کی مجالس اور صحبت کا بھرپور فائدہ اُٹھایا اور ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پہنچائے۔ آپ ؐ کی مجالس کے تذکرے سنائے۔ آپ ؐ کی نصائح ہم تک پہنچائیں، پھر یہ دوسرا زمانہ ہے جس میں آپ ؐ کے غلامِ صادق کا ظہور ہوا۔ آپ علیہ السلام نے اسلام کی خوبصورت تعلیم اور قرآنِ کریم کی تفصیل بیان کرتے ہوئے بے شمار کتب تحریر فرمائیں۔ اسلام کی بالا دستی اور برتری دنیا پر ثابت کی۔ لیکن آپ کی بہت سی مجالس ایسی بھی ہیں جو صحابہ کے ساتھ لگتی تھیں۔ بعض چھوٹی، بعض بڑی اور بعض جلسوں کی تقاریر کی صورت میں ایسی بھی ہیں جو ان کتب میں نہیں ہیں، جن میں آپ کے صحابہ اس صحبت سے فیض پاتے تھے جو اس زمانے کے صادق اور غلامِ صادق کے وجود سے برکت یافتہ تھی۔ ان مجالس کو اُس زمانے میں جماعت کے اخباروں نے محفوظ کیا۔ کتنے خوش نصیب تھے وہ لوگ جنہوں نے امام الزمان کی مجالس سے فیض پایا اور صحبتِ صادقین کے قرآنی حکم پر عمل پیرا ہوئے۔ ہم اُس مجلس میں بیٹھنے والوں اور مختلف قسم کے سوال کرنے والوں اور پھر اُن پُر حکمت باتوں کو محفوظ کرنے والوں کے بھی شکر گزار ہیں کہ اُن کے ذریعہ سے آج سو سال گزرنے کے بعد بھی ہم ان باتوں کو پڑھ اور سُن سکتے ہیں۔ اور اِن کو سُن کر، پڑھ کر چشمِ تصور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس غلامِ صادق کی مجلس میں اپنے آپ کو بیٹھا ہوا محسوس کر سکتے ہیں۔

آج مَیں نے ایسی ہی مجالس میں سے نماز، دعا اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کے ضمن میں آپ نے جو نصائح فرمائیں اُن میں سے چند ارشادات کو، چند نصائح کو لیا ہے۔

1907ء کے جلسے کی اپنی ایک تقریر میں جو ایک لمبی تقریر ہے، ایک جگہ دعا کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپ ؑ فرماتے ہیں کہ: ’’یاد رکھو کہ یہ جو خدا تعالیٰ نے قرآنِ مجید کی ابتداء بھی دعا سے ہی کی ہے اور پھر اس کو ختم بھی دعا پر ہی کیا ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ انسان ایسا کمزور ہے کہ خدا کے فضل کے بغیر پاک ہو ہی نہیں سکتا۔ اور جب تک خدا تعالیٰ سے مدد اور نصرت نہ ملے یہ نیکی میں ترقی کر ہی نہیں سکتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ سب مُردے ہیں مگر جس کو خدا زندہ کرے۔ اور سب گمراہ ہیں مگر جس کو خدا ہدایت دے۔ اور سب اندھے ہیں مگر جس کو خدا بینا کرے۔ غرض یہ سچی بات ہے کہ جب تک خدا کا فیض حاصل نہیں ہوتا تب تک دنیا کی محبت کا طوق گلے کا ہار رہتا ہے‘‘۔ (ملفوظات جلد نمبر 10 صفحہ 62۔ مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء)

یہ جو دنیا کی محبت کا پھندا پڑا ہوا ہے یہ گلے میں پڑا رہتا ہے۔ وہی اس سے خلاصی پاتے ہیں جن پر خدا اپنا فضل کرتا ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ خدا کا فیض بھی دعا سے ہی شروع ہوتا ہے۔ اگر فضل حاصل کرنا ہے تو اس کے لئے بھی دعا مانگو۔

پھر نماز میں وساوس کو دور کرنے پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ:

’’یہ کیا دعا ہے کہ مُنہ سے تو اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (الفاتحہ:6) کہتے رہے اور دل میں خیال رہا کہ فلاں سودا اس طرح کرنا ہے۔ فلاں چیز رہ گئی ہے۔ یہ کام یوں چاہئے تھا۔ اگر اس طرح ہو جائے تو پھر یوں کریں گے۔ یہ تو صرف عمر کا ضائع کرنا ہے۔ جب تک انسان کتاب اللہ کو مقدم نہیں کرتا اور اسی کے مطابق عمل درآمد نہیں کرتا تب تک اُس کی نمازیں محض وقت کا ضائع کرنا ہے‘‘۔ (ملفوظات جلد نمبر 10 صفحہ 62-63۔ مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء) اس کے لئے پھر وہی آپ نے بتایا کہ دعا کرو۔

حضرت مصلح موعود ؓ نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک بزرگ تھے وہ کسی مسجد میں گئے۔ وہاں کا جو امام الصلوٰۃ تھا وہ نماز پڑھاتے ہوئے اپنے کاروبار کے متعلق سوچ رہا تھا کہ مَیں یہ مال امرتسر سے خریدلوں گا، پھر دہلی لے کر جاؤں گا۔ وہاں سے اتنا منافع کماؤں گا۔ پھر اس کو کلکتہ لے جاؤں گا وہاں سے اتنا منافع ہوگا۔ پھر آگے چلوں گا۔ تو وہ بزرگ جو پیچھے نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے نماز توڑ دی اور علیحدہ ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ کشفی طور پر اُن کو اللہ تعالیٰ نے اُس کے امام کے دل کی حالت بتا دی۔ بعد میں مقتدیوں نے شکایت کی مولوی صاحب! اس نے آپ کے پیچھے نماز نہیں پڑھی، توڑ دی تھی۔ بڑے غصّہ میں انہوں نے پوچھا کہ بتاؤ کیا وجہ ہے؟ تم نے کیوں نماز توڑی؟ تمہیں پتہ ہے یہ کتنا گناہ ہے۔ اُس نے کہا مولوی صاحب! مَیں کمزور بوڑھا آدمی ہوں۔ آپ نے سفر شروع کیا امرتسر سے اور کلکتہ پہنچ گئے، ابھی آپ نے بخارا تک جانا تھا۔ مَیں اتنی دور آپ کے ساتھ نہیں جا سکتا۔ تو بعض دفعہ نماز پڑھانے والوں کا بھی یہ حال ہوتا ہے۔

پھر 1906ء کی ایک تقریر میں آپ فرماتے ہیں کہ:

’’نماز کیا ہے؟ یہ ایک دعا ہے جس میں پورا درد اور سوزش ہو۔ اسی لئے اس کا نام صلوٰۃ ہے۔ کیونکہ سوزش اور فرقت اور درد سے طلب کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بد ارادوں اور بُرے جذبات کو اندر سے دور کرے

اور پاک محبت اس کی جگہ اپنے فیضِ عام کے ماتحت پیدا کر دے''۔ فرمایا ''صلوٰۃ کا لفظ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ نِرے الفاظ اور دعا ہی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ضروری ہے کہ ایک سوزش، رقّت اور درد ساتھ ہو۔ خدا تعالیٰ کسی دعا کو نہیں سنتا جب تک دعا کرنے والا موت تک نہ پہنچ جاوے۔ دعا مانگنا ایک مشکل امر ہے اور لوگ اس کی حقیقت سے محض ناواقف ہیں۔ بہت سے لوگ مجھے خط لکھتے ہیں کہ ہم نے فلاں وقت فلاں امر کے لئے دعا کی تھی مگر اس کا اثر نہ ہوا اور اس طرح پر وہ خدا تعالیٰ سے بدظنّی کرتے ہیں اور مایوس ہو کر ہلاک ہو جاتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ جب تک دعا کے لوازم ساتھ نہ ہوں وہ دعا کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ دعا کے لوازم میں سے یہ ہے کہ دل پگھل جاوے اور روح پانی کی طرح حضرتِ احدیت کے آستانہ پر گرے اور ایک کرب اور اضطراب اس میں پیدا ہو اور ساتھ ہی انسان بے صبر اور جلد باز نہ ہو بلکہ صبر اور استقامت کے ساتھ دعا میں لگا رہے۔ پھر توقع کی جاتی ہے کہ وہ دعا قبول ہوگی''۔ فرمایا ''نماز بڑی اعلیٰ درجہ کی دعا ہے مگر افسوس لوگ اس کی قدر نہیں جانتے اور اس کی حقیقت صرف اتنی ہی سمجھتے ہیں کہ رسمی طور پر قیام، رکوع، سجود کر لیا اور چند فقرے طوطے کی طرح رٹ لئے، خواہ اُسے سمجھیں یا نہ سمجھیں''۔ فرمایا کہ ''...... یاد رکھو کہ ہمیں اور ہر ایک طالبِ حق کو نماز ایسی نعمت کے ہوتے ہوئے'' (یعنی نماز جیسی نعمت کے ہوتے ہوئے) ''کسی اور بدعت کی ضرورت نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی تکلیف یا ابتلا کو دیکھتے تو فوراً نماز میں کھڑے ہو جاتے تھے اور ہمارا اپنا اور اُن راستبازوں کا جو پہلے ہو گزرے ہیں ان سب کا تجربہ ہے کہ نماز سے بڑھ کر خدا کی طرف لے جانے والی کوئی چیز نہیں۔ جب انسان قیام کرتا ہے تو وہ ایک ادب کا طریق اختیار کرتا ہے۔ ایک غلام جب اپنے آقا کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو وہ ہمیشہ دست بستہ کھڑا ہوتا ہے۔ پھر رکوع بھی ادب ہے جو قیام سے بڑھ کر ہے اور سجدہ ادب کا انتہائی مقام ہے۔ جب انسان اپنے آپ کو فنا کی حالت میں ڈال دیتا ہے اُس وقت سجدہ میں گر پڑتا ہے۔ افسوس اُن نادانوں اور دنیا پرستوں پر جو نماز کی ترمیم کرنا چاہتے ہیں اور رکوع سجود پر اعتراض کرتے ہیں۔ یہ تو کمال درجہ کی خوبی کی باتیں ہیں۔...... جب تک انسان اُس عالم میں سے حصہ نہ لے جس سے نماز اپنی حد تک پہنچتی ہے تب تک انسان کے ہاتھ میں کچھ نہیں۔ مگر جس شخص کا یقین خدا پر نہیں وہ نماز پر کس طرح یقین کر سکتا ہے''۔

(ملفوظات جلد نمبر 9 صفحہ 109-111۔ مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء)

پھر آپ نے فرمایا ''پس مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ سے نہایت سوز اور ایک جوش کے ساتھ یہ دعا مانگنی چاہئے کہ جس طرح اور پھلوں اور اشیاء کی طرح طرح کی لذّتیں عطا کی ہیں نماز اور عبادت کا بھی ایک بار مزا چکھا دے۔ کھایا ہوا یاد رہتا ہے۔ دیکھو اگر کوئی شخص کسی خوبصورت کو ایک سرور کے ساتھ دیکھتا ہے تو وہ اسے خوب یاد رہتا ہے۔ اور پھر اگر کسی بدشکل اور مکروہ ہیئت کو دیکھتا ہے تو اس کی ساری حالت اُس کے بالمقابل مجسّم ہو کر سامنے آ جاتی ہے۔ ہاں اگر کوئی تعلق نہ ہو تو کچھ یاد نہیں رہتا۔ اسی طرح بے نمازوں کے نزدیک نماز ایک تاوان ہے کہ ناحق صبح اُٹھ کر، سردی میں وضو کر کے، خوابِ راحت چھوڑ کر اور کئی قسم کی آسائشوں کو چھوڑ کر پڑھنی پڑتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اُسے بیزاری ہے۔ وہ اس کو سمجھ نہیں سکتا۔ اس لذّت اور راحت سے جو نماز میں ہے اُس کو اطلاع نہیں ہے۔ پھر نماز میں لذت کیونکر حاصل ہو''۔

(ملفوظات جلد نمبر 9 صفحہ 7۔ مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء)

پھر 1906ء کی ایک مجلس میں آپ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ: ''دعا کے معاملہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خوب مثال بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک قاضی تھا جو کسی کا انصاف نہ کرتا تھا اور رات دن اپنی عیش میں مصروف رہتا تھا۔ ایک عورت جس کا ایک مقدمہ تھا وہ ہر وقت اُس کے دروازے پر آتی اور اُس سے انصاف چاہتی۔ وہ برابر ایسا کرتی رہتی یہاں تک کہ قاضی تنگ آ گیا اور اُس نے بالآخر اس کا مقدمہ فیصلہ کیا اور اُس کا انصاف اُسے دیا''۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ''دیکھو کیا تمہارا خدا قاضی جیسا بھی نہیں کہ وہ تمہاری دعا سنے اور تمہیں تمہاری مراد عطا کرے۔ ثابت قدمی کے ساتھ دعا میں مصروف رہنا چاہئے۔ قبولیت کا وقت بھی ضرور آ ہی جائے گا۔ استقامت شرط ہے''۔

(ملفوظات جلد نمبر 9 صفحہ 41۔ مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء)

پھر ایک جگہ آپ نے ایک مجلس میں فرمایا کہ دیکھو: ''نماز کو رسم اور عادت کے رنگ میں پڑھنا مفید نہیں بلکہ ایسے نمازیوں پر تو خود خدا تعالیٰ نے لعنت اور وَیل بھیجا ہے چہ جائیکہ اُن کی نماز کو قبولیت کا شرف حاصل ہو۔ وَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ (الماعون:5) خود خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ یہ اُن نمازیوں کے حق میں ہے جو نماز کی حقیقت سے اور اُس کے مطالب سے بے خبر ہیں۔ صحابہ (رضوان اللہ علیہم) تو خود عربی زبان رکھتے تھے اور اُس کی حقیقت کو خوب سمجھتے تھے مگر ہمارے واسطے یہ ضروری ہے کہ اس کے معانی سمجھیں اور اپنی نماز میں اس طرح حلاوت پیدا کریں۔ مگر اِن لوگوں نے تو ایسا سمجھ لیا ہے جیسے کہ دوسرا نبی آ گیا ہے اور اس نے گویا نماز کو منسوخ ہی کر دیا ہے''۔ (یعنی بجائے اس کے کہ نماز کو سمجھیں، صرف رسمی چیزیں رہ گئی ہیں اور نماز کو اب اس طرح بنا لیا ہے جیسا کہ حکم ہی نئے آ گئے ہیں اور کسی نئے نبی نے حکم دے دیئے ہیں)۔ فرمایا: ''دیکھو! خدا تعالیٰ کا اس میں فائدہ نہیں، بلکہ خود انسان ہی کا اس میں بھلا ہے کہ اُس کو خدا تعالیٰ کی حضوری کا موقعہ دیا جاتا ہے اور عرض معروض کرنے کی عزّت عطا کی جاتی ہے جس سے یہ بہت سی مشکلات سے نجات پا سکتا ہے۔ مَیں حیران ہوں کہ وہ لوگ کیونکر زندگی بسر کرتے ہیں جن کا دن بھی گزر جاتا ہے اور رات بھی گزر جاتی ہے مگر وہ نہیں جانتے کہ اُن کا کوئی خدا بھی ہے۔ یاد رکھو کہ ایسا انسان آج بھی ہلاک ہوا اور کل بھی''۔ فرمایا: ''مَیں ایک ضروری نصیحت کرتا ہوں کاش لوگوں کے دل میں پڑ جاوے۔ دیکھو عمر گزری جا رہی ہے۔ غفلت کو چھوڑ دو اور تضرع اختیار کرو۔ اکیلے ہو ہو کر خدا تعالیٰ سے دعا کرو کہ خدا ایمان کو سلامت رکھے اور تم پر وہ راضی اور خوش ہو جائے''۔

(ملفوظات جلد نمبر 10 صفحہ 412-413۔ مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء)

مارچ 1907ء کی ایک مجلس میں تشریف فرما تھے تو وہاں دو احباب کی آپس کی ناراضگی کا ذکر ہوا کہ اُن میں ناراضگی ہو گئی ہے۔ اِس بارہ میں بھی آپ نے مختلف نصائح اُس مجلس میں فرمائیں اور پھر یہ بھی فرمایا کہ: ''جب تک سینہ صاف نہ ہو، دعا قبول نہیں ہوتی۔ اگر کسی دنیوی معاملہ میں ایک شخص کے ساتھ بھی تیرے سینہ میں بغض ہے تو تیری دعا قبول نہیں ہو سکتی''۔ فرمایا کہ یہ جو آپس میں لڑائیاں اور رنجشیں اور جھوٹی اَناؤں کی وجہ سے ایک دوسرے سے ناراضگیاں ہیں اِن کو چھوڑ دو اور دلوں کے بُغض اور کینے نکال دو۔ کیونکہ اگر سینے میں یہ بُغض اور کینے ہیں تو فرمایا تیری دعا قبول نہیں ہو سکتی۔ فرمایا کہ ''اس بات کو اچھی طرح سے یاد رکھنا چاہئے اور دنیوی معاملہ کے سبب کبھی کسی کے ساتھ بُغض نہیں رکھنا چاہئے۔ اور دنیا اور اُس کا اسباب کیا ہستی رکھتا ہے کہ اس کی خاطر تم کسی سے عداوت رکھو''۔

(ملفوظات جلد نمبر 9 صفحہ 217-218۔ مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء)

آپ صبح سیر کو تشریف لے جاتے تھے۔ بعض احباب بھی آپ کے ساتھ ہوتے تھے۔ کسی نہ کسی موضوع پر گفتگو ہو رہی ہوتی تھی۔ 1908ء کی ایک صبح کی سیر کا ذکر ہے۔ یہ لمبی گفتگو تھی اس کا ایک حصہ مَیں نے لیا ہے فرمایا ''بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ایک کان سے سنتے ہیں دوسری طرف نکال دیتے ہیں۔ ان باتوں کو دل میں نہیں اتارتے۔ چاہے جتنی نصیحت کرو مگر اُن کو اثر نہیں ہوتا۔ یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ بڑا بے نیاز ہے۔ جب تک کثرت سے اور بار بار اضطراب سے دعا نہیں کی جاتی وہ پرواہ نہیں کرتا۔ دیکھو کسی کی بیوی یا بچہ بیمار ہو یا کسی پر سخت مقدمہ آ جاوے تو ان باتوں کے واسطے اُس کو کیسا اضطراب ہوتا ہے۔ پس دعا میں بھی جب تک سچی تڑپ اور حالتِ اضطراب پیدا نہ ہو تب تک وہ بالکل بے اثر اور بیہودہ کام ہے۔ قبولیت کے واسطے اضطراب شرط ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ (سورۃ النمل آیت :63)''۔

(ملفوظات جلد نمبر 10 صفحہ 137۔ مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء)

(کہ کون کسی کی دعا کو سنتا ہے جب وہ اُس سے دعا کرتا ہے اور تکلیف کو دور کر دیتا ہے۔ کسی بیکس کی دعا اور مضطر کی دعا کو وہ سنتا ہے)۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو اِن دعاؤں کو سنتا ہے۔

لاہور میں ایک مجلس میں جس میں غیر احمدی احباب بھی شامل تھے آپ نے ایک لمبی تقریر فرمائی جس میں دعا کے بارہ میں فرمایا کہ ''اسلام سے سچی مراد یہی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع اپنی رضا کر لے''۔ فرمایا ''مگر سچ یہ ہے کہ یہ مقام انسان کی اپنی قوت سے نہیں مل سکتا۔ ہاں اس میں کلام نہیں''۔ (اس میں کوئی شک نہیں) ''کہ انسان کا فرض ہے کہ وہ مجاہدات کرے۔ لیکن اس مقام کے حصول کا اَصل اور سچا ذریعہ دعا ہے۔ انسان کمزور ہے۔ جب تک دعا سے قوت اور تائید نہیں پاتا اس دشوار گزار منزل کو طے نہیں کر سکتا۔ خود اللہ تعالیٰ انسان کی کمزوری اور اس کے ضُعفِ حال کے متعلق ارشاد فرماتا ہے خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا (النسآء: 29) ۔ یعنی انسان ضعیف اور کمزور بنایا گیا ہے۔ پھر باوجود اس کی کمزوری کے اپنی ہی طاقت سے ایسے عالی درجہ اور ارفع مقام کے حاصل کرنے کا دعویٰ کرنا سراسر خام خیالی ہے۔ اس کے لئے دعا کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ دعا ایک زبردست طاقت ہے جس سے بڑے بڑے مشکل مقام حل ہو جاتے ہیں اور دشوار گزار منزلوں کو انسان بڑی آسانی سے طے کر لیتا ہے۔ کیونکہ دعا اُس فیض اور قوت کے جذب کرنے والی نالی ہے جو اللہ تعالیٰ سے آتا ہے۔ جو شخص کثرت سے دعاؤں میں لگا رہتا ہے وہ آخر اس فیض کو کھینچ لیتا ہے اور خدا تعالیٰ سے تائید یافتہ ہو کر اپنے مقاصد کو پا لیتا ہے۔ ہاں نری دعا خدا تعالیٰ کا منشاء نہیں ہے بلکہ اول تمام مساعی اور مجاہدات کو کام میں لائے''۔ (پوری کوشش کرے) ''اور اُس کے ساتھ دعا سے کام لے۔ اسباب سے کام لے۔ اسباب سے کام نہ لینا اور نری دعا سے کام لینا، یہ آداب الدعا سے ناواقفی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کو آزمانا ہے۔ اور نرے اسباب پر گر رہنا اور دعا کو لاشیئ محض سمجھنا، یہ دہریت ہے۔ یقیناً سمجھو کہ دعا بڑی دولت ہے۔ جو شخص دعا کو نہیں چھوڑتا اُس کے دین اور دنیا پر آفت نہ آئے گی۔ وہ ایک ایسے قلعہ میں محفوظ ہے جس کے اردگرد مسلح سپاہی ہر وقت حفاظت کرتے ہیں۔ لیکن جو دعاؤں سے لاپرواہ ہے وہ اُس شخص کی طرح ہے جو خود بے ہتھیار ہے اور اس پر کمزور بھی ہے اور پھر ایسے جنگل میں ہے جو درندوں اور موذی جانوروں سے بھرا ہوا ہے۔ وہ سمجھ سکتا ہے کہ اس کی خیر ہرگز نہیں ہے۔ ایک لمحے میں وہ موذی جانوروں کا شکار ہو جائے گا۔ اور اس کی ہڈی بوٹی نظر نہ آئے گی۔ اس لئے یاد رکھو کہ انسان کی بڑی سعادت اور اُس کی حفاظت کا اصل ذریعہ ہی یہی دعا ہے۔ یہی دعا اُس کے لئے پناہ ہے اگر وہ ہر وقت اُس میں لگا رہے''۔

(ملفوظات جلد نمبر 7 صفحہ 192-193۔ مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء)

پھر ایک مجلس میں جو لاہور میں ہی تھی آپ نے فرمایا کہ ''درستی اخلاق کے بعد دوسری بات یہ ہے کہ دعا کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کی پاک محبت حاصل کی جاوے''۔ (اپنے اخلاق درست کرو۔ اُس کے بعد دعا کے

ذریعے اللہ تعالیٰ کی پاک محبت حاصل کرنے کی کوشش کرو۔)''ہر ایک قسم کے گناہ اور بدی سے دور رہے اور ایسی حالت میسّر ہو کہ جس قدر اندرونی آلودگیاں ہیں اُن سب سے الگ ہو کر ایک مصفّٰی قطرہ کی طرح بن جاوے۔ جب تک یہ حالت میسّر نہ ہوگی تب تک خطرہ ہی خطرہ ہے۔لیکن دعا کے ساتھ تدابیر کو نہ چھوڑے کیونکہ اللہ تعالیٰ تدبیر کو بھی پسند کرتا ہے اور اسی لئے فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا (النازعات:6) کہہ کر قرآن شریف میں قسم بھی کھائی ہے۔ جب وہ اس مرحلہ کو طے کرنے کے لئے دعا بھی کرے گا اور تدبیر سے بھی اس طرح کام لے گا کہ جو مجلس اور صحبت اور تعلقات اُس کو حارج ہیں اُن سب کو ترک کر دے گا اور رسم، عادت اور بناوٹ سے الگ ہو کر دعا میں مصروف ہوگا تو ایک دن قبولیت کے آثار مشاہدہ کرلے گا۔ یہ لوگوں کی غلطی ہے کہ وہ کچھ عرصہ دعا کر کے پھر رہ جاتے ہیں اور شکایت کرتے ہیں کہ ہم نے اس قدر دعا کی مگر قبول نہ ہوئی۔ حالانکہ دعا کا حق تو اُن سے ادا ہی نہ ہوا تو قبول کیسے ہو؟۔ اگر ایک شخص کو بھوک لگی ہو یا سخت پیاس ہو اور وہ صرف ایک دانہ یا ایک قطرہ لے کر شکایت کرے کہ مجھے سیری حاصل نہیں ہوئی تو کیا اُس کی شکایت بجا ہوگی؟ ہرگز نہیں۔ جب تک وہ پوری مقدار کھانے اور پینے کی نہ لے گا تب تک کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ یہی حال دعا کا ہے۔ اگر انسان لگ کر اُسے کرے اور پورے آداب سے بجا لاوے۔ وقت بھی میسّر آوے تو امید ہے کہ ایک دن اپنی مراد کو پالیوے۔لیکن راستہ میں ہی چھوڑ دینے سے صدہا انسان مر گئے (گمراہ ہوگئے) اور صدہا ابھی آئندہ مرنے کو تیار ہیں''۔ (اگر رستے میں چھوڑ دیں گے تو گمراہ ہونے کو تیار رہیں)۔ فرمایا'' اسی طرح وہ بد اعمالیاں جن میں لوگ سر سے پاؤں تک غرق ہیں اُن کے ہوتے ہوئے چند دن کی دعا کیا اثر دکھا سکتی ہے۔ پھر عُجب، خود بینی، تکبر اور ریاء وغیرہ ایسے امراض لگے ہوئے ہوتے ہیں جو عمل کو ضائع کر دیتے ہیں۔ نیک عمل کی مثال ایک پرند کی طرح ہے اگر صدق اور اخلاص کے قفس میں اُسے قید رکھو گے تو وہ رہے گا ورنہ پرواز کر جائے گا۔ اور یہ بجز خدا تعالیٰ کے فضل کے حاصل نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا (الکہف:111)۔ عملِ صالح سے یہاں یہ مراد ہے کہ اس میں کسی قسم کی بدی کی آمیزش نہ ہو۔ صلاحیت ہی صلاحیت ہو۔ نہ عُجب ہو، نہ کبر ہو، نہ نخوت ہو، نہ تکبر ہو، نہ نفسانی اغراض کا حصہ ہو، نہ رُوبخلق ہو''۔ (یعنی لوگوں کی طرف توجہ رہے کہ اُن سے اُمیدیں رکھیں) حتّٰی کے دوزخ اور بہشت کی خواہش بھی نہ ہو۔ صرف خدا تعالیٰ کی محبت سے وہ عمل صادر ہو۔ جب تک دوسری کسی قسم کی غرض کو دخل ہے تب تک ٹھوکر کھائے گا اور اس کا نام شرک ہے۔ کیونکہ وہ دوستی اور محبت کس کام کی جس کی بنیاد صرف ایک پیالہ چائے یا دوسری خالی محبوبات تک ہی ہے۔ ایسا انسان جس دن اُس میں فرق آتا دیکھے گا اُسی دن قطع تعلق کر دے گا۔ جو لوگ خدا تعالیٰ سے اس لئے تعلق باندھتے ہیں کہ ہمیں مال ملے یا اولاد حاصل ہو یا ہم فلاں فلاں امور میں کامیاب ہو جاویں اُن کے تعلقات عارضی ہوتے ہیں اور ایمان بھی خطرے میں ہے۔ جس دن ان کے اغراض کو کوئی صدمہ پہنچا''۔ (یعنی اپنی ذاتی خواہشات کو کوئی نقصان پہنچا، نہ پوری ہوئیں)'' اُسی دن ایمان میں فرق آ جائے گا۔ اس لئے پکا مومن وہ ہے جو کسی سہارے پر خدا تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتا''۔ (خدا تعالیٰ کی عبادت اس لئے نہیں کرتا کہ یہ ہوگا تو تب میں عبادت کروں گا)۔

(ملفوظات جلد نمبر 7 صفحہ 131-132۔ مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء)

پھر 1904ء کے اگست میں لاہور کی ہی ایک مجلس ہے۔ یہاں آپ فرماتے ہیں کہ:'' بہت ہیں کہ زبان سے تو خدا تعالیٰ کا اقرار کرتے ہیں لیکن اگر ٹٹول کر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ اُن کے اندر دہریت ہے کیونکہ دنیا کے کاموں میں جب مصروف ہوتے ہیں تو خدا تعالیٰ کے قہر اور اُس کی عظمت کو بالکل بھول جاتے ہیں۔ اس لئے یہ بات بہت ضروری ہے کہ تم لوگ دعا کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے معرفت طلب کرو۔ بغیر اُس کے یقین کامل ہرگز نہیں ہوسکتا۔ وہ اُس وقت حاصل ہوگا جبکہ یہ علم ہو کہ اللہ تعالیٰ سے قطع تعلق کرنے میں ایک موت ہے۔ گناہ سے بچنے کے لئے جہاں دعا کرو وہاں ساتھ ہی تدابیر کے سلسلہ کو ہاتھ سے نہ چھوڑو''(۔ گناہ سے بچنے کے لئے دعا کرو، ساتھ تدبیر بھی کرو۔)'' اور تمام محفلیں اور مجلسیں جن میں شامل ہونے سے گناہ کی تحریک ہوتی ہے، اُن کو ترک کرو''۔ (یہ نوجوانوں کے لئے خاص طور پر بڑا ضروری ہے کہ تمام محفلیں، مجلسیں، دنیاوی لغویات جن سے گناہ کی تحریک ہوتی ہے، اُن کو ترک کریں)۔'' اور ساتھ ہی ساتھ دعا بھی کرتے رہو۔ اور خوب جان لو کہ ان آفات سے جو قضا و قدر کی طرف سے انسان کے ساتھ پیدا ہوتی ہیں، جبتک خدا تعالیٰ کی مدد ساتھ نہ ہو ہرگز رہائی نہیں ہوتی۔ نماز جو کہ پانچ وقت ادا کی جاتی ہے اس میں بھی یہی اشارہ ہے کہ اگر وہ نفسانی جذبات اور خیالات سے اُسے محفوظ نہ رکھے گا تب تک وہ سچی نماز ہرگز نہیں ہوگی۔ نماز کے معنے ٹکریں مار لینے اور رسم اور عادت کے طور پر ادا کرنے کے ہرگز نہیں۔ نماز وہ شئی ہے جس سے دل بھی محسوس کرے کہ روح پگھل کر خوفناک حالت میں آستانہ الوہیت پر گر پڑے۔ جہاں تک طاقت ہے وہاں تک رقت کے پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ اور تضرع سے دعا مانگے کہ شوخی اور گناہ جو اندر نفس میں ہیں وہ دور ہوں۔ اسی قسم کی نماز بابرکت ہوتی ہے۔ اور اگر وہ اس پر استقامت اختیار کرے گا تو دیکھے گا کہ رات کو یا دن کو ایک نور اس کے قلب پر گرا ہے اور نفسِ امّارہ کی شوخی کم ہوگئی ہے۔ جیسے اژدہا میں ایک سَمّ قاتل ہے، اسی طرح نفسِ امارہ بھی سَمّ قاتل ہوتا ہے۔ اور جس نے اُسے پیدا کیا اُسی کے پاس اُس کا علاج ہے''۔ (یعنی خدا تعالیٰ نے بنایا ہے تو جتنے گناہ ہیں، جو نقصان دہ چیزیں ہیں، اِن کا علاج بھی اللہ تعالیٰ سے مانگو لیکن خالص ہو کر، خود کوشش کرتے ہوئے)۔

(ملفوظات جلد نمبر 7 صفحہ 123۔ مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء)

پھر 1904ء میں ایک مجلس میں جہاں نئے بیعت کرنے والے شامل تھے آپ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

'' دعا کے لئے انسان کو اپنے خیال اور دل کو ٹٹولنا چاہئے کہ آیا اُس کا میلان دنیا کی طرف ہے یا دین کی طرف؟ یعنی کثرت سے وہ دعائیں دنیاوی آسائش کے لئے ہیں یا دین کی خدمت کے لئے؟۔'' (یہ بڑی نوٹ کرنے والی چیز ہے۔ یہ دیکھو تمہارا میلان کس طرف ہے۔ دنیا کی طرف یا دین کی طرف؟ اور اس کا معیار کیا بنایا۔ فرمایا کہ یہ دیکھو تم جو دعائیں کرتے ہو اُن میں زیادہ تر دعائیں تمہاری دنیاوی آسائشوں کے لئے ہیں، دنیاوی ضروریات کے لئے ہیں یا دین کے لئے ہیں، یا دین کی خدمت کے لئے)۔'' پس اگر معلوم ہو کہ اُٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہوئے اُسے دنیاوی افکار ہی لاحق ہیں اور دین مقصود نہیں تو اُسے اپنی حالت پر رونا چاہئے''۔ (اگر صرف دنیاوی فکریں ہی ہیں اور دین اس کا مقصد نہیں ہے تو فرمایا کہ اُسے اپنی حالت پر رونا چاہئے)۔'' بہت دفعہ دیکھا گیا ہے کہ لوگ کمر باندھ کر حصولِ دنیا کے لئے مجاہدے اور ریاضتیں کرتے ہیں۔ دعائیں بھی مانگتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طرح طرح کے امراض لاحق ہو جاتے ہیں۔ بعض مجنون ہو جاتے ہیں۔، لیکن سب کچھ دین کے لئے ہو تو خدا تعالیٰ اُن کو کبھی ضائع نہ کرے۔ قول اور عمل کی مثال دانہ کی ہے۔ اگر کسی کو ایک دانہ دیا جاوے اور وہ اُسے لے جا کر رکھ چھوڑے اور استعمال نہ کرے تو آخر اُسے پڑے پڑے گُھن لگ جاوے گا۔ ایسے ہی اگر قول ہو اور اُس پر عمل نہ ہو تو آہستہ آہستہ وہ قول بھی نہ رہے گا۔ اس لئے اعمال کی طرف سبقت کرنی چاہئے''۔ (یعنی اعمال کی طرف بڑھنے کی کوشش کرو۔ ایک دانے کو اُگاؤ گے تو اس میں سے پودا پھوٹ پڑے گا۔ رکھ دو گے تو گُھن لگ جائے گا)۔ (ملفوظات جلد نمبر 7 صفحہ 117۔ مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء)

پھر جنوری 1908ء کی ایک مجلس میں گفتگو فرماتے ہوئے کہ حقیقی دعا کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ '' دعا دو قسم (کی) ہے۔ ایک تو معمولی طور سے، دوم وہ جب انسان اُسے انتہا تک پہنچا دیتا ہے۔ پس یہی دعا حقیقی معنوں میں دعا کہلاتی ہے۔ انسان کو چاہئے کہ کسی مشکل پڑنے کے بغیر بھی دعا کرتا رہے''۔ (یہ ضروری نہیں ہے کہ جب مشکلات آئیں تبھی دعائیں کرنی ہیں بلکہ عام حالات میں بھی دعا کرتا رہے)'' کیونکہ اسے کیا معلوم کہ خدا تعالیٰ کے کیا ارادے ہیں؟ اور کل کیا ہونے والا ہے؟ پس پہلے سے دعا کرو تا بچائے جاؤ۔ بعض وقت بلا اس طور پر آتی ہے کہ انسان دعا کی مہلت ہی نہیں پاتا۔ پس پہلے اگر دعا کر رکھی ہو تو اُس آڑے وقت میں کام آتی ہے''۔ (یہ ہے دعا کی اہمیت)۔

(ملفوظات جلد نمبر 10 صفحہ 122-123۔ مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء)

پھر اپنی ایک تقریر کے دوران آپ نے فرمایا کہ'' انسان کی ظاہری بناوٹ، اُس کے دو ہاتھ، دو پاؤں کی ساخت ایک دوسرے کی امداد کا رہنما ہے۔ جب یہ نظارہ خود انسان میں موجود ہے پھر کس قدر حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ وہ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (المائدہ:3)۔ کے معنی سمجھنے میں مشکلات کو دیکھے''۔ (یعنی انسانی جسم کے ہاتھ ہیں، پاؤں ہیں، یہ جو انسانی جسم کی بناوٹ ہے۔ جسم کا جو ہر عضو ہے ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لئے ہے)۔ تو فرمایا اسی طرح'' تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (المائدہ:3) کے معنی سمجھنے میں مشکلات کو دیکھے۔ ہاں مَیں یہ کہتا ہوں کہ تلاشِ اسباب بھی بذریعہ دعا کرو''۔ (یعنی جو دنیاوی سامان ہے اُس کی تلاش کرنی ہے تو بھی دعا کے ذریعہ کرو)۔'' امدادِ باہمی میں نہیں سمجھتا کہ جب مَیں تمہارے جسم کے اندر اللہ تعالیٰ کا ایک قائم کردہ سلسلہ اور کامل رہنما سلسلہ دکھاتا ہوں تم اس سے انکار کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو اور بھی صاف کرنے اور وضاحت سے دنیا پر کھول دینے کے لئے انبیاء علیہم السلام کا ایک سلسلہ دنیا میں قائم کیا۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر تھا اور قادر ہے کہ اگر وہ چاہے تو کسی قسم کی امداد کی ضرورت اُن رسولوں کو باقی نہ رہنے دے۔ مگر پھر بھی ایک وقت اُن پر آتا ہے کہ وہ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ کہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ کیا وہ ایک ٹکڑ گدا فقیر کی

NAVNEET JEWELLERS نونیت جیولرز

Manufacturers of All Kinds of Gold and Silver Ornaments

خالص سونے اور چاندی کے اعلیٰ زیورات کا مرکز

'الیس اللّٰہ بکافٍ عبدہ' کی دیدہ زیب انگوٹھیاں اور لاکٹ وغیرہ احمدی احباب کیلئے خاص

Main Bazar Qadian (Gsp) Punjab (Ph. 01872-220489, (R) 220233

M/S ALLIA EARTH MOVERS

(EARTH MOVING CONTRACTOR)

Volvo-290, 210, L&T Komatsu PC-300,200.

Tata Hitachi, Ex 200, Ex 70, JCB, Dozer, etc. on Hire basis

Kusambi, Sungra, Salipur, Cuttack - 754221

Tel.: 0671 - 2112266,Mob: 9437078266/ 9437032266/ 9438332026/943738063

طرح بولتے ہیں؟نہیں۔مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہ کہنے کی بھی ایک شان ہوتی ہے۔وہ دنیا کو رعایتِ اسباب سکھانا چاہتے ہیں‘‘۔(انبیاء جب مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ (سورة آل عمران 53) کہ کون ہیں اللہ کے لئے میرے مددگار؟ کہتے ہیں۔تو وہ اُن کو ضرورت نہیں ہوتی)۔فرمایا’’ وہ دنیا کو رعایتِ اسباب سکھانا چاہتے ہیں‘‘۔(یہ بھی دنیا کو سکھانے کے لئے ہے)’’ جو دعا کا ایک شعبہ ہے۔ورنہ اللہ تعالیٰ پر اُن کو کامل ایمان اُس کے وعدوں پر پورا یقین ہوتا ہے۔وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا(المومن: 52)۔ایک یقینی اور حتمی وعدہ ہے۔مَیں کہتا ہوں کہ بھلا اگر خدا کسی کے دل میں مدد کا خیال نہ ڈالے تو کوئی کیونکر مدد دے سکتا ہے۔اصل بات یہی ہے کہ حقیقی معاون و ناصر وہی پاک ذات ہے جس کی شان ہے نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ الْوَکِیْل وَنِعْمَ النَّصِیْر ۔دنیا اور دنیا کی مددیں اِن لوگوں کے سامنے کالمیّت ہوتی ہیں اور مُردہ کیڑے کے برابر بھی حقیقت نہیں رکھتی ہیں۔لیکن دنیا کو دعا کا ایک موٹا طریق بتلانے کے لئے وہ یہ راہ بھی اختیار کرتے ہیں۔وہ حقیقت میں اپنے کاروبار کا متولّی خدا تعالیٰ ہی کو جانتے ہیں اور یہ بات بالکل سچ ہے۔وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ(الاعراف: 197)۔اللہ تعالیٰ اُن کو مامور کر دیتا ہے کہ وہ اپنے کاروبار کو دوسروں کے ذریعہ سے ظاہر کریں۔ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختلف مقامات پر مدد کا وعظ کرتے تھے۔اسی لئے کہ وہ وقت نصرتِ الٰہی کا تھا،اُس کو تلاش کرتے تھے کہ وہ کس کے شامل حال ہوتی ہے۔

یہ ایک بڑی غور طلب بات ہے۔دراصل مامور من اللہ لوگوں سے مدد نہیں مانگتا بلکہ مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ کہہ کر وہ اس نصرت الٰہیہ کا استقبال کرنا چاہتا ہے اور ایک فرطِ شوق سے بے قراروں کی طرح اس کی تلاش میں ہوتا ہے۔نادان اور کوتاہ اندیش لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ لوگوں سے مدد مانگتا ہے بلکہ اس طرح پر اس شان میں وہ کسی دل کے لئے جو اس نصرت کا موجب ہوتا ہے ایک برکت اور رحمت کا موجب ہوتا ہے۔پس مامور من اللہ کی طلب امداد کا اصل سرّ اور راز یہی ہے جو قیامت تک اسی طرح رہے گا۔اشاعت دین میں مامور من اللہ دوسروں سے امداد چاہتے ہیں مگر کیوں؟ اپنے ادائے فرض کے لئے تا کہ دلوں میں خدا تعالیٰ کی عظمت کو قائم کریں۔ورنہ یہ تو ایک ایسی بات ہے کہ قریب بہ کفر پہنچ جاتی ہے اگر غیر اللہ کو متولّی قرار دیں۔اور ان نفوس قدسیہ سے ایسا امکان محال مطلق ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد 9صفحہ 14-12 مطبوعہ لندن 1984ء)

پھر آپ فرماتے ہیں:’’ دعا کی مثال ایک چشمۂ شیریں کی طرح ہے جس پر مومن بیٹھا ہوا ہے۔وہ جب چاہے اس چشمہ سے اپنے آپ کو سیراب کر سکتا ہے۔جس طرح ایک مچھلی بغیر پانی کے زندہ نہیں رہ سکتی،اسی طرح مومن کا پانی دعا ہے کہ جس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔اس دعا کا ٹھیک محل نماز ہے جس میں وہ راحت اور سرور مومن کو ملتا ہے کہ جس کے مقابل ایک عیاش کا کامل درجہ کا سرور جو اسے کسی بدمعاشی میں میسر آ سکتا ہے، ہیچ ہے۔بڑی بات جو دعا میں حاصل ہوتی ہے وہ قربِ الٰہی ہے۔دعا کے ذریعہ ہی انسان خدا تعالیٰ کے نزدیک ہو جاتا اور اُسے اپنی طرف کھینچتا ہے۔جب مومن کی دعا میں پورا اخلاص اور انقطاع پیدا ہو جاتا ہے تو خدا تعالیٰ کو بھی اُس پر رحم آ جاتا ہے اور خدا تعالیٰ اس کا متولّی ہو جاتا ہے۔اگر انسان اپنی زندگی پر غور کرے تو الٰہی تولّی کے بغیر انسانی زندگی قطعاً تلخ ہو جاتی ہے۔دیکھ لیجئے جب انسان حدّ بلوغت کو پہنچتا ہے اور اپنے نفع نقصان کو سمجھنے لگتا ہے تو نامرادیوں ناکامیابیوں اور قسما قسم کے مصائب کا ایک لمبا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔وہ اُن سے بچنے کے لئے طرح طرح کی کوششیں کرتا ہے۔دولت کے ذریعہ،تعلق حکام کے ذریعہ،قسما قسم کے حیلہ وفریب کے ذریعہ‘‘۔(جب دنیا میں مصائب شروع ہو جائیں تو وہ بچنے کے لئے کیا کرتا ہے۔اگر اُس کے پاس دولت ہے، پیسہ ہے، تو اُس سے بچنے کے لئے اُس کو استعمال کرتا ہے۔اگر اُس کے بڑے افسران سے تعلقات ہیں تو اُن تعلقات کو استعمال کرتا ہے یا مختلف قسم کے حیلے اور فریب، دھوکے کے ذریعہ سے، کسی نہ کسی طریقے سے)’’ وہ بچاؤ کے راہ نکالتا ہے،لیکن مشکل ہے کہ وہ اُس میں کامیاب ہو۔بعض وقت اُس کی تلخ کامیوں کا انجام خودکشی ہو جاتی ہے۔اب اگر اِن دنیاداروں کے غموم و ہموم اور تکالیف کا مقابلہ اہل اللہ یا انبیاء کے مصائب کے ساتھ کیا جاوے تو انبیاء علیہم السلام کے مصائب کے مقابل اوّل الذکر جماعت کے مصائب بالکل ہیچ ہیں۔لیکن یہ مصائب وشدائد اُس پاک گروہ کو رنجیدہ یا محزون نہیں کر سکتے‘‘۔(انبیاء اور اولیاء کو جو مشکلات آتی ہیں وہ انہیں رنجیدہ نہیں کرتیں، افسردہ نہیں کرتیں۔)’’ اُن کی خوشحالی اور سرور میں فرق نہیں آتا کیونکہ وہ اپنی دعاؤں کے ذریعے خدا تعالیٰ کی تولّی میں پھر رہے ہیں۔دیکھو اگر ایک شخص کا ایک حاکم سے تعلق ہو اور مثلاً اُس حاکم نے اُسے اطمینان بھی دیا ہو کہ وہ اپنے مصائب کے وقت اس سے استعانت کر سکتا ہے تو ایسا شخص کسی ایسی تکلیف کے وقت جس کی گرہ کشائی اُس حاکم کے ہاتھ میں ہے، عام لوگوں کے مقابل کم درجہ رنجیدہ اور غمناک ہوتا ہے تو پھر وہ مومن جس کا اس قسم کا بلکہ اس سے بھی زیادہ مضبوط تعلق اَحکم الحاکمین سے ہو، وہ کب مصائب وشدائد کے وقت گھبراوے گا؟ انبیاء علیہم السلام پر جو مصیبتیں آتی ہیں اگر اُن کا عشرِ عشیر بھی ان کے غیر پر وارد ہو تو اُس میں زندگی کی طاقت باقی نہ رہے۔یہ لوگ جب دنیا میں بغرضِ اصلاح آتے ہیں تو اُن کی کُل دنیا دشمن ہو جاتی ہے۔لاکھوں آدمی اُن کے خون کے پیاسے ہو جاتے ہیں۔لیکن یہ خطرناک دشمن بھی اُن کے اطمینان میں خلل انداز نہیں ہو سکتے۔اگر ایک شخص کا ایک دشمن بھی ہو تو وہ کسی لمحہ بھی اُس کے شر سے امن میں نہیں رہتا۔ چہ جائیکہ ملک کا ملک اُن کا دشمن ہو اور پھر یہ لوگ باامن زندگی بسر کریں۔ان تمام تلخ کامیوں کو ٹھنڈے دل سے برداشت کر لیں۔ یہ برداشت ہی معجزہ و کرامت ہے۔رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی استقامت اُن کے لاکھوں معجزوں سے بڑھ کر ایک معجزہ ہے۔کُل قوم کا ایک طرف ہونا، دولت، سلطنت، دنیاوی وجاہت، حسینہ جمیلہ بیویاں وغیرہ سب کچھ کے لالچ قوم کا اس شرط پر دینا کہ وہ اعلائے کلمۃ اللہ، لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سے رُک جاویں۔لیکن ان سب کے مقابل جناب رسالت مآب کا فرمانا کہ میں اگر اپنے نفس سے کرتا تو یہ سب باتیں قبول کرتا۔ میں تو حکمِ خدا کے ماتحت یہ سب کچھ کر رہا ہوں اور پھر دوسری طرف سب تکالیف کی برداشت کرنا، یہ ایک فوق الطاقت معجزہ ہے۔ یہ سب طاقت اور برداشت اُس دعا کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے جو مومن کو خدا تعالیٰ نے عطا کی ہے۔اِن لوگوں کی دردناک دعا بعض وقت قاتلوں کے سفاکانہ حملہ کو توڑ دیتی ہے۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لئے جانا آپ لوگوں نے سُنا ہو گا۔ابوجہل نے ایک قسم کا اشتہار قوم میں دے رکھا تھا کہ جو جناب رسالت مآب کو قتل کرے گا وہ بہت کچھ انعام واکرام کا مستحق ہو گا۔حضرت عمرؓ نے مشرف بہ اسلام ہونے سے پہلے ابوجہل سے معاہدہ کیا اور قتلِ حضرت کے لئے آمادہ ہو گیا۔اُس کو کسی عمدہ وقت کی تلاش تھی، دریافت پر اُسے معلوم ہوا کہ حضرت‘‘ (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم)’’ نصف شب کے وقت خانہ کعبہ میں بغرضِ نماز آتے ہیں۔ یہ وقت عمدہ سمجھ کر حضرت عمرؓ سرِ شام خانہ کعبہ میں جا چھپے۔آدھی رات کے وقت جنگل میں سے لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی آواز آنا شروع ہوئی۔ حضرت عمر نے ارادہ کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گریں تو اُس وقت قتل کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درد کے ساتھ مناجات شروع کی اور سجدہ میں اس طرح حمدِ الٰہی کا ذکر کیا کہ حضرت عمرؓ کا دل پسیج گیا۔اُس کی ساری جرأت جاتی رہی اور اُس کا قاتلانہ ہاتھ سست ہو گیا۔نماز ختم کر کے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر کو چلے تو اُن کے پیچھے حضرت عمرؓ ہو گئے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آہٹ پا کر دریافت کیا اور معلوم ہونے پر فرمایا کہ اے عمر! کیا تو میرا پیچھا نہ چھوڑے گا؟ حضرت عمر بددعا کے ڈر سے بول اُٹھے کہ حضرت! مَیں نے آپ کے قتل کا ارادہ چھوڑ دیا۔میرے حق میں بددعا نہ کیجئے گا۔ چنانچہ حضرت عمر فرمایا کرتے تھے کہ وہ پہلی رات تھی جب مجھ میں اسلام کی محبت پیدا ہوئی‘‘۔

(ملفوظات جلد نمبر 7صفحہ 59-61۔مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء)

دورانِ گفتگو مجلس میں آپؑ نے فرمایا کہ:’’ دشمن بداندیش صرف عداوت کے سبب ہماری ہر بات اور ہر فعل پر اعتراض کرتا ہے، کیونکہ اُس کا دل خراب ہے۔اور جب کسی کا دل خراب ہوتا ہے تو پھر چاروں طرف اندھیرا ہی نظر آتا ہے۔ یہ نادان کہتے ہیں کہ وہ اپنی جگہ پر بیٹھے ہیں اور کچھ کام نہیں کرتے‘‘۔(یعنی آپ کے متعلق کہا کہ اپنی جگہ پر بیٹھا ہے کوئی کام نہیں کرتے)’’ مگر وہ خیال نہیں کرتے کہ مسیح موعود کے متعلق کہیں یہ نہیں لکھا کہ وہ تلوار پکڑے گا اور نہ یہ لکھا ہے کہ وہ جنگ کرے گا بلکہ یہی لکھا ہے کہ مسیح کے دَم سے کافر مریں گے۔یعنی وہ اپنی دعا کے ذریعے سے تمام کام کرے گا۔ اگر مَیں جانتا کہ میرے باہر نکلنے سے اور شہروں میں پھرنے سے کچھ فائدہ ہو سکتا ہے تو مَیں ایک سیکنڈ بھی یہاں نہ بیٹھتا۔مگر مَیں جانتا ہوں کہ پھرنے میں سوائے پاؤں گھسانے کے اور کوئی فائدہ نہیں ہے اور یہ سب مقاصد جو ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں صرف دعا کے ذریعہ سے حاصل ہو سکیں گے۔ دعا میں بڑی قوتیں ہیں‘‘۔فرمایا’’ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک بادشاہ ایک ملک پر چڑھائی کرنے کے واسطے نکلا۔راستے میں ایک فقیر نے اُس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور کہا کہ تم آگے مت بڑھو ورنہ میں تمہارے ساتھ لڑائی کروں گا۔بادشاہ حیران ہوا اور اُس سے پوچھا کہ تو ایک بے سروسامان فقیر ہے تُو کس طرح میرے ساتھ لڑائی کرے گا؟ فقیر نے جواب دیا کہ مَیں صبح کی دعاؤں کے ہتھیار سے تمہارے مقابلہ میں جنگ کروں گا۔ بادشاہ نے کہا، مَیں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ کہہ کر وہ واپس چلا گیا۔غرض دعا میں خدا تعالیٰ نے بڑی قوتیں رکھی ہیں۔خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار بذریعہ الہامات کے یہی فرمایا ہے کہ جو کچھ ہو گا دعا ہی کے ذریعہ سے ہو گا۔ ہمارا ہتھیار تو دعا ہی ہے اور اس کے سوائے اور کوئی ہتھیار میرے پاس نہیں۔ جو کچھ ہم پوشیدہ مانگتے ہیں خدا تعالیٰ اُس کو ظاہر کر کے دکھا دیتا ہے۔گزشتہ انبیاء کے زمانے میں بعض مخالفین کو نبیوں کے ذریعہ سے بھی سزا دی جاتی تھی مگر خدا جانتا ہے کہ ہم ضعیف اور کمزور ہیں۔اس واسطے اُس نے ہمارا سب کام اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔اسلام کے واسطے اب یہی ایک راہ ہے جس کو خشک مُلّا اور

محبت سب کیلئے نفرت کسی سے نہیں
خالص سونے کے زیورات کا مرکز
الفضل جیولرز گولبازار ربوہ 047-6215747
کاشف جیولرز چوک یادگار حضرت اماں جان ربوہ فون 047-6213649

محبت سب کیلئے نفرت کسی سے نہیں
تیلگو اور اُردو لٹریچر فری دستیاب ہے
فون نمبر: 0924618281,04027172202
09849128919, 08019590070
منجانب: ڈیکو بلڈرز حیدرآباد۔ آندھرا پردیش

خشک فلسفی نہیں سمجھ سکتا۔ اگر ہمارے واسطے لڑائی کی راہ کھلی ہوتی تو اس کے لئے تمام سامان بھی مہیا ہو جاتے۔ جب ہماری دعائیں ایک نقطہ پر پہنچ جائیں گی تو جھوٹے خود بخود تباہ ہو جائیں گے۔ نادان دشمن جو سیاہ دل ہے وہ کہتا ہے کہ اُن کو سوائے سونے اور کھانے کے اور کچھ کام ہی نہیں ہے۔ مگر ہمارے نزدیک دعا سے بڑھ کر اور کوئی تیز ہتھیار ہی نہیں۔ سعید وہ ہے جو اس بات کو سمجھے کہ خدا تعالیٰ اب دین کو کس راہ سے ترقی دینا چاہتا ہے"۔

(ملفوظات جلد نمبر 9 صفحہ 27-28۔ مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء)

پس یہ دعا کے مضمون کے چند نمونے ہیں جو مَیں نے آج آپ کے سامنے پیش کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دعاؤں کے مضمون کو سمجھنے اور اپنی زندگیوں میں لاگو کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمیشہ ہمارے پیشِ نظر خدا تعالیٰ کی ذات ہو، اُس کی رضا کا حصول ہو۔ ہر آسائش میں بھی اور ہر مشکل میں بھی ہم اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنے اور اُس سے دعائیں مانگنے کی اہمیت کو سمجھنے والے ہوں۔ ہم اُس روح کو سمجھنے والے ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رشتہ بیعت جوڑ کر ہم پر کیا ذمہ واریاں عائد ہوتی ہیں۔ اور یہ بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اب ہمارا ہر قول اور فعل اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ ہم دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں اور اس کے لئے دعائیں کرنے والے ہوں۔

ان دنوں میں جب مخالفینِ احمدیت کی طرف سے حملے شدت اختیار کر رہے ہیں، جماعت کی حفاظت کے لئے بھی بہت دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ دشمن کا ہر شر اُس پر الٹائے اور جماعت کی ہر آن حفاظت فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِم۔

اے اللہ! ہم ان مخالفین کے مقابلہ میں تجھے لاتے ہیں اور ان کے شر سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔

رَبِّ اِنِّی مَظْلُوْمٌ فَانْتَصِرْ۔ اے میرے رب! مجھ پر ظلم کیا گیا ہے۔ تُو ہی انتقام لے۔

رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ۔ اے میرے رب! ہر چیز تیری خادم ہے۔ پس مجھے حفاظت میں رکھ۔ میری مدد فرما اور میری حفاظت فرما اور مجھ پر رحم فرما۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک خاص دعا ہے

رَبِّ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّالْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ۔ کہ اے میرے خدا! اسلام پر مجھے وفات دے اور نیکو کاروں کے ساتھ مجھے ملا دے۔

ہمیشہ ہم صالحین کے ساتھ شامل ہونے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہماری دعائیں قبول فرمائے۔ ہمیں اُس طریق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے جس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیں چلانا چاہتے ہیں۔ ☆......☆

صدقات

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ احباب جماعت کو توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ" خدا تعالیٰ پر توکل سب سے اہم چیز ہے جو کچھ خدا کر سکتا ہے بندہ نہیں کر سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ سے دُعائیں کرتے رہو کہ وہ ایسا راستہ کھول دے جس سے آپ کی اور جماعت کی تکلیفیں دور ہوں۔ اُسمیں سب طاقتیں ہیں۔ جہاں بندے کی عقل نہیں پہنچتی وہاں اُس کا علم پہنچتا ہے۔ خواہ ایک ٹکڑا ہو صدقہ بہت دیا کرو۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جہاں دُعائیں نہیں پہنچتی وہاں صدقہ بلاؤں کو رد کر دیتا ہے۔"

احباب جماعت سے درخواست ہے کہ وہ اپنے ہی بھلے کیلئے حسب استطاعت زیادہ سے زیادہ صدقہ وخیرات کرنے کو اپنا معمول بنائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کی اس طوعی نیکی کو اپنی جناب میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین (ناظر بیت المال آمد قادیان)

ضروری تصحیح: سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ فرمودہ 11 جون 2010ء میں مکرم اعجاز احمد بیگ صاحب شہید کے ذکر خیر میں سہواً یہ لکھا گیا ہے کہ آپ" تیمور جان صاحب ابن عبدالمجید صاحب (نظام جان) کے بہنوئی تھے" یہی غلطی کتاب" شہداء لاہور کا ذکر خیر" میں بھی صفحہ نمبر 50 پر ہوئی ہے اس کی تصحیح اخبار بدر ۲ جون ۲۰۱۱ء صفحہ ۲ میں کی گئی تھی۔ اب اس تصحیح میں مزید ایک غلطی کی نشاندہی ہوئی ہے۔ اصل میں تیمور جان صاحب مکرم اعجاز احمد بیگ صاحب شہید کے بہنوئی ہیں اور مکرم تیمور جان صاحب کے والد صاحب کا نام عبد المجید نہیں بلکہ حکیم عبدالحمید اعوان ہے۔ احباب اس تصحیح کو نوٹ فرمالیں اور اب یہ جملہ یوں پڑھا جائے۔" تیمور جان صاحب ابن حکیم عبدالحمید اعوان شہید کے بہنوئی ہیں" (مدیر الفضل انٹرنیشنل)

ارشاد نبویؐ
اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْن
(نماز دین کا ستون ہے)
طالب دُعا از: اراکین جماعت احمدیہ ممبئی

آٹو ٹریڈرز
AUTO TRADERS
16 مینگو لین کلکتہ 70001
دکان: 2248-5222
2248-16522243-0794
رہائش:: 2237-0471, 2237-8468

بقیہ: رمضان المبارک کی اہمیت و برکات از صفحہ 8

ہے۔ اس لئے جب میں یہ عبارت پڑھوں گا تو بعض لوگ ڈر کے یہ نہ سمجھیں کہ ان کی حالت منافقانہ ہے نعوذباللہ من ذٰلک۔ کیونکہ عام دستور ہے کہ ہمیشہ رمضان کی ذمہ داریوں کا خوف، رمضان کی آمد کے وقت شروع ہو جاتا ہے اور انسان شروع میں کچھ گھبراتا ہے کہ دیکھوں مجھ پر کیا گزرے گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ سچے بندوں کے لئے رمضان کو آسان فرما دیتا ہے اور پھر بشاشت کے ساتھ انسان رمضان میں سے گزر جاتا ہے۔ اس تمہید کے بعد میں آپ کے سامنے پڑھتا ہوں۔

روزہ رکھنے کی تڑپ

"وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آ گیا اور میں اس کا منتظر تھا کہ آوے اور روزے رکھوں اور پھر وہ بوجہ بیماری کے روزہ نہیں رکھ سکا تو آسمان پر روزے سے محروم نہیں ہے"۔

جو شخص اس بات پر خوش ہے کہ رمضان آ گیا اور میں اس کا منتظر تھا اگر بیماری اس کے راستے میں حائل ہو جائے وہ روزہ نہ رکھ سکے تو آسمان پر روزے سے محروم نہیں ہے۔

"لیکن اس دنیا میں بہت لوگ بہانہ جُو ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ ہم جس طرح اہلِ دنیا کو دھوکہ دے لیتے ہیں ویسے ہی خدا کو فریب دیتے ہیں۔ بہانہ جُو اپنے وجود سے آپ مسئلہ تراش کرتے ہیں اور تکلفات شامل کر کے ان مسائل کو صحیح گردانتے ہیں"۔

اب جو حقیقی بہانہ جُو ہیں جن کا دل سچ مچ رمضان کی آمد سے خوش نہیں ہوتا ان میں اور سچے مومنوں میں جو دل سے رمضان کو برا نہیں جانتے اس کے فیوض سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں یہ نمایاں فرق ہے کہ سچے لوگ جب رمضان میں داخل ہوتے ہیں تو ان کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ جس طرح بھی بَن پڑے وہ روزہ رکھیں اور بیماریوں کے بہانے ان کی راہ میں حائل نہ ہوں۔ اور جو بہانہ جُو لوگ ہیں جو رمضان کی آمد سے خوش نہیں ہوتے ان کے نفس کے بہانے تیزی دکھانے لگتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ مجھے جب میں روزہ رکھوں تو چھینکیں شروع ہو جاتی ہیں۔ کوئی سمجھتا ہے کہ اس کے پیٹ میں خرابی ہو جاتی ہے، کسی کو سر درد ہو جاتی ہے، کسی کو اور بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ غرضیکہ وہ روزمرہ کی بیماریاں جو اس کو لاحق ہوتی ہی رہتی ہیں وہ رمضان کے سر جَڑتا ہے اور کہتا ہے کہ اب تو مَیں خدا کا حکم مانوں گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو روزہ نہیں رکھ سکتا بیماریوں کی وجہ سے وہ نہ رکھے تو کون ہے مجھے حکم دینے والا میں تو خدا کا حکم مانوں گا۔ لیکن جب ان کا باقی سال آپ دیکھیں گے تو اس میں بھی نہیں رکھتے۔ ایسے لوگ زندگی بھر محروم رہتے ہیں ورنہ کم سے کم باقی وقت تو رکھیں۔ جو واقعۃً سچے عذر کی وجہ سے رکتے ہیں، اللہ کی خاطر رکتے ہیں وہ باقی سال میں ضرور رکھتے ہیں اور یہ لوگ اپنی عمر گنوا دیتے ہیں۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان تحریرات کو غور سے پڑھیں تو ہمارے لئے بہت سے باریک مسائل کو آپ کھولتے چلے جاتے ہیں۔

"لیکن جو صدق اور اخلاص رکھتا ہے اس کا کیا حال ہے۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کے دل میں درد ہے اور خدا تعالیٰ اسے ثواب سے بھی زیادہ دیتا ہے کیونکہ دردِ دل ایک قابل قدر شے ہے"۔

پس روزے سے محرومی کے نتیجے میں اگر دردِ دل ہو تو ایک بہت ہی اعلیٰ نشان ہے اس بات کا کہ واقعۃً تمہاری روزوں سے محرومی تمہیں ثواب سے محروم نہیں رکھے گی۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بعض دفعہ ایسے دردِ دل والے کو عام روزہ رکھنے والے کے ثواب سے بھی زیادہ ثواب ملتا ہے۔

..........جبکہ حیلہ جُو انسان تاویلوں پر تکیہ کرتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ تکیہ کوئی شئے نہیں"۔

"جو شخص کہ روزہ سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں نیت دردِ دل سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا اور اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اس کے لئے روزہ رکھیں گے بشرطیکہ وہ بہانہ جُو نہ ہو تو خدا تعالیٰ اسے ہرگز ثواب سے محروم نہیں رکھے گا"۔

روزوں میں حائل بیماریوں سے بچنے کے لئے دعا

اسی طرح حضور رحمہ اللہ نے فرمایا:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آخر پر جس دعا کی طرف توجہ دلاتے ہیں، مَیں یہ دعا پڑھ کر اس خطبے کو ختم کروں گا۔ آپ فرماتے ہیں:

"پس میرے نزدیک خوب ہے کہ انسان دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے اور میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں۔ اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ، یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ اور اس سے توفیق طلب کرے۔ مجھے یقین ہے کہ ایسے دل کو خدا تعالیٰ طاقت بخش دے گا"۔

اس لئے روزوں میں حائل ہونے والی بیماریوں کا علاج بھی یہ دعا ہے جو اس مہینے میں کثرت سے کرنی چاہئے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو دوسری امتوں کی طرح اس امت میں کوئی قید نہ رکھتا۔ مگر اس نے قید میں بھلائی کے واسطے رکھی ہیں۔ میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینہ سے مجھے محروم نہ رکھے تو خدا تعالیٰ اسے محروم نہیں رکھتا اور ایسی حالت میں اگر انسان ماہ رمضان میں بیمار ہو جائے تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہوتی ہے کیونکہ ہر ایک عمل کا مدار نیت پر ہے۔ مومن کی چاہئے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور (بہادر) ثابت کر دے"۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶؍جنوری ۱۹۹۸ء۔ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل جلد ۵ شمارہ ۱۰۔ ۶؍مارچ ۱۹۹۸ء)

☆☆☆

رمضان المبارک کی اہمیت و برکات

(انتخاب از خطبات حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے فرمایا: ’’اب میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بعض تحریرات آپ کے سامنے رکھتا ہوں جن میں سے ایک ہے کہ ’’رمض تپش کو کہتے ہیں‘‘۔ یہ آپ کی تحریر ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ رمضان یعنی دو گرمیاں۔ رمضان، رمض یعنی گرمی کو کہتے ہیں یہ نام اسی لئے رکھا گیا کہ رمضان گرمی کے مہینے میں شروع ہوا تھا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں یہ غلط بات ہے۔ دو گرمیاں ایک اور مضمون اپنے اندر رکھتا ہے اور اس کا گرمی کے مہینے میں شروع ہونے سے کوئی تعلق نہیں۔ اس پر جب میں نے تحقیق کی کہ رمضان کب شروع ہوا تھا تو سردیاں بنتی تھیں۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بات مجھے یقین تھا کہ اسی طرح ثابت ہوگی۔ رمضان کا آغاز سردیوں میں ہوا ہے گرمیوں میں ہوا ہی نہیں۔

پس آپ فرماتے ہیں:

’’اس لئے روحانی اور جسمانی تپش مل کر رمضان ہوا‘‘۔ یعنی جسمانی طور پر انسان بھوک پیاس کی شدت برداشت کرتا ہے اور جدوجہد بہت کرتا ہے رمضان میں۔ یہ اس کے لئے ایک حرارت ہے۔ اور روحانی طور پر اس کی روح میں غیر معمولی طور پر گرمی پائی جاتی ہے اور بڑے جوش کے ساتھ اپنے رب کی طرف لپکتی ہے۔ پس یہ دو گرمیاں ہیں جو مل کر رمضان ہوا۔‘‘ اہل لغت جو کہتے ہیں کہ گرمی کے مہینے میں آیا اس لئے رمضان کہلایا میرے نزدیک صحیح نہیں ہے کیونکہ عرب کے لئے یہ خصوصیت نہیں ہوسکتی۔ روحانی رمض سے مراد روحانی ذوق وشوق اور حرارت دینی ہوتی ہے۔ رمض اس حرارت کو بھی کہتے ہیں جس سے پتھر وغیرہ گرم ہو جاتے ہیں۔ اب ’’اس حرارت کو بھی کہتے ہیں جس سے پتھر وغیرہ گرم ہو جاتے ہیں‘‘، اس کا مطلب یہ ہے کہ سخت دلوں کو پگھلانے کے لئے رمضان کو ایک خاص مزاج عطا ہوا ہے۔ اور امر واقعہ یہی ہے کہ بہت سے سخت دل جو عام دنوں میں نرم نہیں ہوتے اور خدا تعالیٰ کے لئے اپنے آپ کو پگھلتا ہوا محسوس نہیں کرتے رمضان میں بعض ایسی راتیں آتی ہیں کہ بے اختیار ان کے دل خدا کے حضور سجدوں میں پگھل کر بہنے لگتے ہیں۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ فقرہ ’’رمض اس حرارت کو بھی کہتے ہیں جس سے پتھر وغیرہ گرم ہو جاتے ہیں‘‘ یہ بے تعلق نہیں بلکہ حقیقتاً ہم نے اس کو ایسا ہی دیکھا ہے۔

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نسبتاً لمبے اقتباسات میں سے مَیں کچھ پڑھ کے سناتا ہوں۔ (ملفوظات جلد نہم صفحہ 122-123)

’’تیسری بات جو اسلام کا رکن ہے وہ روزہ ہے۔ روزے کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اس کے حالات کیا بیان کرے‘‘۔

﴿مَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهرَ فَليَصُمهُ﴾ یہ مضمون وہی ہے۔ رمضان کو جو دیکھے وہ اس میں روزہ رکھے۔ شَہِدَ کا مطلب ہے اپنی آنکھوں سے دیکھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ تشریح فرمائی ہے جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اس کے حالات کیا بیان کرے۔ پس تم میں سے وہی ہے جو رمضان کو دیکھتا ہے، جو رمضان کو دیکھتا ان معنوں میں ہے کہ اس میں داخل ہو کر اپنی آنکھوں سے گواہی دے سکے، اپنے دل سے گواہی دے سکے یہ تو میرا ایسا ملک ہے جس میں جا چکا ہوں اور اس کے حالات کو جانتا ہوں۔

روزہ سے تزکیہ نفس ہوتا ھے

’’روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربے سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اسی قدر تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں‘‘۔

پس رمضان کے مہینے میں کھانے میں زیادتی رمضان کا حق ادا نہیں کرتی بلکہ رفتہ رفتہ کھانے میں کمی رمضان کا حق ادا کرتی ہے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ لوگ شروع میں تو بھوک نہیں لگتی اس وقت میں اسلئے نسبتاً کم کھاتے ہیں اور جوں جوں رمضان آگے بڑھتا جاتا ہے وہ زیادہ کھانے لگتے ہیں یہاں تک کہ آخری دنوں میں تو رمضان ان کو پتلا کرنے کی بجائے موٹا کر جاتا ہے۔ یہ جسم کی فربہی دراصل نفس کی فربہی بھی ہوسکتی ہے۔ اس لئے عام طور پر بھولے پن میں، لاعلمی میں لوگ ایسا کرتے ہیں مگر ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ’’تزکیہ نفس ہوتا ہے‘‘ جو کم کھانے سے زیادہ ہوتا ہے۔ پس جتنا آپ کم کھانے کی طرف متوجہ ہوں گے اتنا ہی رمضان آپ کے لئے فائدہ بخش ہوگا۔

روزے سے کشفی قوتیں بڑھتی ھیں

’’اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں‘‘ یعنی خدا تعالیٰ کو انسان مختلف صورتوں اور صفات میں دکھائی دینے لگتا ہے۔ یہ کشفی قوتوں کا لفظ بہت بامعنیٰ تو ہے ہی مگر بہت اہمیت رکھتا ہے۔ بعض لوگوں کو ویسے ہی دماغ کی خرابی سے یہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ وہ کشف دیکھ رہے ہیں یا نیند کے غلبے کی وجہ سے ان کو کچھ سمجھ نہیں آتی اور اپنے خیالات کو ہی کشف بنا لیتے ہیں۔ رمضان میں کشوف کا جو کم کھانے سے تعلق ہے یہ بالکل اور چیز ہے۔ اس کا نفسانی خواہشات اور اپنے دل کے خیالات سے کوئی بھی تعلق نہیں اور مضمون بتاتا ہے کہ وہ کشف حقیقی خدا تعالیٰ کی طرف سے تھا یا دل کا وہم تھا۔ دل کے توہمات میں ربط کوئی نہیں ہوتا، دل کے توہمات میں ایسی سچائی اور پاکیزگی نہیں ہوتی جو انسان کو گناہوں سے دور پھینک دے۔ پس کشف کا احساس کافی نہیں، کشف کا مضمون ضروری ہے کہ کشف میں وہ مضمون ہو جو تقویٰ کا مضمون ہے۔ اگر تقویٰ کا مضمون ہے تو انسان کو یہ کہنے کی ضرورت بھی نہیں کہ میں نے کشف دیکھا ہے۔ اگر تقویٰ کا مضمون ہوگا تو کشف دیکھنے والا اپنے کشف کو چھپالے گا اور اس کے تذکرے نہیں کرے گا۔ پس رمضان میں یہ ساری شرطیں اکٹھی پائی جاتی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض الفاظ کو غلط معنے پہنا کر آپ میں سے کئی گمراہ بھی ہوسکتے ہیں۔ یہ خیال کر کے کہ ہم بڑے صاحب کشف بن گئے رمضان میں، لوگوں سے تذکرے شروع کردیں کہ یوں مجھے ہلکا سا جھونکا آیا میں نے کشف میں یہ دیکھ لیا۔ یہ ساری باتیں بتانے کا جتنا شوق ہوگا اتنا ہی آپ کا کشف جھوٹا ہوگا۔ لیکن سچے کشوف میں بعض دفعہ دوستوں اور عزیزوں کے متعلق خبر دی جاتی ہے اور وہ خبریں ایسی ہوتی ہیں جو سچی نکلتی ہیں۔ پس ان خبروں کا تذکرہ کرنا تقویٰ کے خلاف نہیں اور ان کشوف کو جھوٹا قرار نہیں دیتا۔

’’پس خدا تعالیٰ کا منشاء اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزے دار کو یہ مدنظر رکھنا چاہئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اسے چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تَبَتُّل اور انقطاع حاصل ہو۔ پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کی تسلی اور سیری کا باعث ہے۔ اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں جس سے دوسری غذا انہیں مل جائے‘‘۔

(ملفوظات جلد نہم صفحہ ۱۲۲، ۱۲۳۔ مطبوعہ لندن)

روزے اور نماز کی عبادت میں فرق

پھر روزے اور نماز کی عبادتوں میں ایک فرق بیان فرمایا ہے۔

’’روزہ اور نماز ہر دو عبادتیں ہیں۔ روزے کا زور جسم پر ہے اور نماز کا زور روح پر ہے۔ نماز سے ایک سوز و گداز پیدا ہوتا ہے اس واسطے وہ افضل ہے۔ روزے سے کشوف پیدا ہوتے ہیں مگر یہ کیفیت بعض دفعہ جوگیوں میں پیدا ہوسکتی ہے‘‘۔

یہ وہی بات ہے جس کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں۔ کشوف تو ہوتے ہیں مگر کشوف میں ایک نفس کا دھوکہ بھی شامل ہو جاتا ہے۔ جوگی بھی جو ریاضتیں کرتے ہیں وہ کشوف دیکھتے ہیں لیکن ان کشوف کا بنی نوع انسان کی بھلائی اور نیکی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ وہ عجیب و غریب کشوف ہیں جن کے تفصیلی تذکرے کی یہاں ضرورت نہیں مگر جوگیوں نے کبھی دنیا میں پاکیزگی نہیں پھیلائی۔ کبھی دنیا میں کسی مذہب کے جوگیوں نے بنی نوع انسان کی روحانی حالت تبدیل نہیں کی۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام متوجہ فرما رہے ہیں کہ روزے کے کشوف میں بعض دفعہ جوگیوں والی کیفیت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن روحانی گدازش جو دعاؤں سے پیدا ہوتی ہے اس میں شامل نہیں۔

روزے کا مقصد ۔ نماز

اب یہ دیکھیں کہ نماز کو روزے سے افضل قرار دیا ہے اور ہم کہتے ہیں کہ روزہ سب سے افضل ہے۔ روزے کی جزاء اللہ ہے۔ اس میں غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ روزہ بمقابل نماز نہیں ہے بلکہ روزے کا مقصد نماز ہے اور نمازوں کی حالت کو درست کرنا ہے۔ پس اگر روزے میں نمازیں نہ سنوریں تو روزہ بے کار ہے۔ اگر روزے میں نمازیں سنور جائیں تو روزہ نماز کا معراج اور نمازیں روزے کا معراج بن جاتی ہیں۔ پس اس میں تفریق نہ کریں ورنہ مضمون بالکل بگڑ جائے گا۔ حقیقت میں روزے کے دوران جتنی نمازیں سنوریں گی اتنا ہی روزے کا آپ پھل پائیں گے اور اس حد تک سنور جانی چاہئیں کہ گویا آپ کو خدا نظر آ گیا اور گویا اللہ آپ کو دیکھنے لگا۔ یہ صورتیں ہیں جو درحقیقت روزے کی افضلیت میں پیش نظر رہنی چاہئیں۔

دین اسلام کے پانچ مجاھدات

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ملفوظات جلد دوم جدید ایڈیشن صفحہ 433 پر فرماتے ہیں:

’’خدا تعالیٰ نے دین اسلام میں پانچ مجاہدات مقرر فرمائے ہیں۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، صدقات، حج اور اسلامی دشمن کا ردّ اور دفع خواہ وہ سیفی ہو خواہ قلمی ہو‘‘۔

یہ پانچ مجاہدات ہیں جو مسلمان پر فرض ہیں۔ پہلی نماز پھر روزہ پھر زکوٰۃ، صدقات اس کے ذیل میں آتے ہیں۔ چوتھا حج اور پانچواں جہاد خواہ وہ سیفی ہو خواہ وہ قلمی ہو۔

فرمایا: ’’یہ پانچ مجاہدے قرآن شریف سے ثابت ہیں مسلمانوں کو چاہئے کہ ان میں کوشش کریں اور ان کی پابندی کریں۔ یہ روزے تو سال میں ایک ماہ کے ہیں۔ بعض اہل اللہ تو نوافل کے طور پر اکثر روزے رکھتے ہیں اور ان میں مجاہدہ کرتے ہیں۔ ہاں دائمی روزے رکھنا منع ہیں۔ یعنی ایسا نہیں چاہئے کہ آدمی ہمیشہ روزے ہی رکھتا رہے بلکہ ایسا کرنا چاہئے کہ نفلی روزے کبھی رکھے اور کبھی چھوڑ دے‘‘۔

اب رمضان کے آنے پر کتنے دل خوش ہوتے ہیں اور کتنے دل غمگین ہوتے ہیں یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں ہر انسان جو اپنا جائزہ لے گا اس کو محسوس ہوگا کہ رمضان کے آنے پر ویسی خوشی نہیں ہوتی شروع میں جیسی کہ رمضان کے آنے کا حق ہے بلکہ لوگ گھبراتے ہیں اور ڈرتے ہیں۔ پس اس عبارت کو سننے کے بعد یہ خیال نہ کریں کہ وہ منافقین ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ بوجھ اٹھانے سے پہلے دل میں خوف ضرور پیدا ہوتا ہے اور انسان رمضان میں داخل ہونے سے پہلے ڈرتا ہے کہ میں اس کے تقاضے پورے کرسکوں گا یا نہیں کرسکوں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کے تقاضے آسان فرما دیتا

(باقی صفحہ 7 پر ملاحظہ فرمائیں)

اسلامی نماز کے پانچ اوقات کی فلاسفی

عبدالسمیع خان (ایڈیٹر الفضل ربوہ)

دین اسلام کو ہر پہلو اور ہر شان میں پوری تفصیلات کے ساتھ تمام مذاہب پر فوقیت حاصل ہے۔ اگر صرف نماز کے مسئلہ پر ہی غور کیا جائے تو اس دعویٰ کی سچائی خوب کھل کر سامنے آجاتی ہے اور غیر کو اس کا اقرار کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ اس مضمون میں صرف اوقات نماز کی فلاسفی کو نسبتاً تفصیل سے بیان کرنا مقصود ہے۔ عبادت کے لئے اوقات کی تعیین خود اپنی ذات میں ایک مہتم بالشان امر ہے اور اس کے عظیم الشان مصالح کی وجہ سے قرآن کریم میں پابندیٔ اوقات کا خاص تذکرہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی المومنین کِتَابًا مَوْقُوْتًا کہ نماز مومنوں پر یقیناً ایک مؤقت فرض ہے۔ (النساء:104)

یہ بھی ممکن تھا کہ دن میں کوئی ایک وقت مقرر کر کے نماز ادا کرنے کا حکم دیا جاتا مگر دین حق چونکہ فطرت انسانی کے ساتھ خاص مناسبت رکھتا ہے اس لئے بوجہ اس کے کہ انسان کی قلبی کیفیات بدلتی رہتی ہیں ایک ہی وقت دیر تک عبادت میں مشغول رکھنے کی بجائے مختلف اوقات میں نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا کیونکہ لمبے وقت میں دیر تک توجہ قائم رکھنا مشکل ہو جاتا ہے اور طبیعت اُکتا جاتی ہے لیکن اگر وقت مختصر ہو اور وقفہ وقفہ کے بعد کئی عبادات بجالانے کا موقع ملے تو بشاشت قائم رہتی ہے اور مشکل کام سہل ہو جاتا ہے اس طرح عبودیت کے اظہار کا بار بار موقع ملتا ہے اور رب کریم کی یاد دل میں مستحضر رہتی ہے اور گویا انسان کا سارا وقت ہی عبادت الٰہی میں صرف ہوتا ہے اور وہ دنیا کے کاموں میں مصروف رہنے کے باوجود اللہ سے غافل نہیں ہوتا اور ’’دست درکار و دل بایار‘‘ کا مصداق ہوتا ہے۔

نماز کے اوقات مقرر کرنے سے اجتماعیت کی روح زندہ رہتی اور نشوونما پاتی ہے کیونکہ اس طرح لوگ آسانی کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں۔

پھر ایک خوبی اس ضمن میں یہ بھی ہے کہ وقت کا تعین خود انسان کی اپنی مرضی پر نہ چھوڑنا۔ یہ گہرا راز اپنے اندر رکھتا ہے کہ انسان کو بروقت نماز ادا کرنے کی فکر رہے اور احساس ذمہ داری بیدار رہے ورنہ وقت کی پابندی کی اہمیت جاتی رہتی اور سستی ظاہر ہونے لگتی جو بالآخر عبادت کے فقدان پر منتج ہوتی جیسا کہ پہلی قوموں کے ساتھ ہو چکا ہے۔ اس مضمون کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے بہت عمدگی سے بیان فرمایا ہے۔ آپؓ اوقات نماز کی تعیین اور اس بارہ میں قرآنی تعلیم کی دوسرے مذاہب پر امتیازی شان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

’’تعیین اوقات۔ پابندی وقت۔ آہ کیسے مقبول کلمات ہیں کہ جب کسی قوم کی ترقی کی راہ کھلی اسی مشعل جان افروز کے نور سے تمام موانعات کی تاریکی دور ہوئی۔ شریعت موسوی میں احکام نماز منضبط نہیں ہوئے تھے۔ توریت طریق نماز سے بالکل ساکت ہے صرف علمائے دین کو دیتی اور پلوٹھے لڑکے کو ہیکل مقدس میں لاکر نذر دیتے وقت خاص دعا پڑھ لی جاتی اور لڑکے کا باپ تمام احکام شرعی کو بجالا کر یہوواہ سے دعا مانگتا تھا کہ اسرائیلی لڑکے کو برکت دے جیسے تُو نے اس کے آباؤ اجداد پر برکت کی تھی لیکن جب یہود اور ان کے علماء کا اعتقاد باری تعالیٰ کی نسبت زیادہ معقول اور پاکیزہ ہو گیا اور خداوند کے شکل بشکل انسان ہونے کا فاسد عقیدہ دفع ہونے لگا تب نماز یا دعا کی حقیقت ان کی سمجھ میں آنے لگی کہ نماز انسان کے لئے بارگاہ الٰہی سے تقرب کا وسیلہ ہے مگر چونکہ شریعت موسوی میں کوئی خاص قاعدہ نماز کا مقرر نہ تھا لہٰذا روایت اور رواج پر مدار رہا اور بقول ڈالنجر صاحب کے یہود بھی ایک نماز گزار قوم ہو گئے اور ہر روز تین گھنٹے عبادت خدا کے قرار دیئے گئے یعنی نو بجے اور بارہ بجے اور تین بجے۔ مگر چونکہ نماز میں مجتہدین کی ضرورت تھی اور اس کا علم قطعی نہ تھا کہ خود حضرت موسیٰؑ کیونکر نماز پڑھتے تھے لہٰذا اکثر اوقات یہود کی نماز صرف ایک مصنوعی فعل ہوتا تھا۔

حضرت مسیح نے جو آخری پیشوا یہود کے تھے اور ان کے حوارین نے بھی عبادت کی تاکید کی مگر افسوس اس میں بھی یہ نقص رہ گیا کہ کوئی محدود و معین قاعدہ نماز کا انہوں نے ترتیب نہ دیا اس لئے چند عرصے کے بعد عبادت خدا کا معاملہ بالکل عوام الناس کی رائے پر موقوف ہو گیا اور پادریوں ہی کے اختیار میں رہا جنہوں نے نماز کی تعداد اور مدت اور الفاظ وغیرہ مقرر کرنا اپنے ہی فرقہ میں منحصر کر دیا۔ اسی وجہ سے دعاؤں کی کتابیں تصنیف ہوئیں اور قسیسین کی کمیٹیاں اور مجلسیں منعقد ہوئیں تاکہ اصول دین اور ارکان ایمان مقرر کریں اور اسی وجہ سے راہبوں نے عجیب پُر تکلف طریقہ عبادت کا نکالا اور گرجوں میں ہفتہ وار نماز قرار دی گئی یعنی چھ روز کی غذائے روحانی نہ ملنے کی مکافات صرف ایک روز کی نماز سے کی گئی۔

الغرض یہ سب خرابیاں منتہیٰ درجہ کو پہنچ گئیں کہ ساتویں صدی عیسوی میں رسول عربیؐ نے ایک مہذب اور معقول مذہب تلقین کرنا شروع کیا۔ آنحضرتؐ نے نماز پنجگانہ کا طریقہ اس لئے جاری کیا کہ آپؐ خوب جانتے تھے کہ انسان کی روح حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی حمد و ستائش کرنے کی کیسی مشتاق رہتی ہے اور نماز کے اوقات مقرر کر دینے سے آپؐ نے ایک ایسا مضبوط قاعدہ نماز گزاری کا معین کر دیا کہ نماز کے وقت انسان کا دل عالم روحانی سے عالم مادی کی طرف ہرگز متوجہ نہیں ہو سکتا۔ جو صورت اور ترکیب آپؐ نے نماز کی اپنے قول و فعل سے مقرر کر دی ہے اس میں یہ خوبی ہے کہ اہل اسلام ان خرابیوں سے محفوظ رہے ہیں جو اس لڑائی جھگڑے سے پیدا ہوتی تھیں۔ جو عیسائیوں میں نماز کی ترکیب پر ہمیشہ ہوا کرتے تھے اور پھر ہر مسلمان کو گنجائش رہی کہ بکمال خشوع وخضوع عبادت خدا میں مصروف ہو۔

پابندیٔ اوقات میں ایک قدرتی تاثیر ہے کہ وقت معینہ کے آنے پر قلب انسانی میں بے اختیار جذب و میلان اس ڈیوٹی کے ادا کرنے کے لئے پیدا ہو جاتا ہے اور روحانی قویٰ اس مفروض عمل کی طرف طوعاً و کرہاً منجذب ہو جاتے ہیں۔ جونہی اس غیر مصنوعی ناقوس (اذان) کی آواز سنائی دیتی ہے ایک دیندار مسلمان فی الفور اس الیکٹریسٹی کے عمل سے متاثر ہو جاتا ہے۔ پابند صلوٰۃ گویا ہر وقت نماز میں ہی رہتا ہے کیونکہ ایک نماز کے ادا کرنے کے بعد معاً دوسری نماز کی طیاری اور فکر ہو جاتی ہے۔‘‘

(فصل الخطاب حصہ دوم ص282-283)

قیام نماز کا یہ معین اور موقوت طریق اپنے اندر بڑی کشش اور تاثیر رکھتا ہے جس کا غیر بھی اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ پروفیسر ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ اپنی شہرہ آفاق تصنیف پریچنگ آف اسلام میں لکھتے ہیں:۔

’’لوگوں کو اپنا گرویدہ کرنے اور ان کی عقیدت کو برقرار رکھنے میں نماز پنجگانہ کے اسلامی فریضے کو بھی بہت کچھ دخل ہے چنانچہ موں تسکیو نے کیا خوب کہا ہے کہ ’’جس دین میں بہت سی عبادات کی پابندی کا حکم ہو اس کو ایسے مذہب کے مقابلے میں لوگ زیادہ عزیز رکھتے ہیں جس میں یہ بات نہ ہو۔ جن باتوں میں انسان ہمیشہ مصروف و مشغول رہتا ہے ان کا اس کو زیادہ خیال رہتا ہے۔‘‘ مسلمان کا مذہب ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا ہے اور روزانہ نماز کی صورت میں ایسے سنجیدہ اور مؤثر طریقے پر ظاہر ہوتا ہے کہ نمازی اور تماشائی دونوں کے دل پر اثر پیدا کئے بغیر نہیں رہتا۔‘‘

(اردو ترجمہ بعنوان دعوت اسلام ص394 از ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ محکمہ اوقاف پنجاب لاہور 1972ء)

پس قیام نماز میں پابندیٔ اوقات کا بہت بڑا دخل ہے جو قرآن کریم میں اصولی طور پر بیان کر دیئے گئے ہیں اور آنحضرت ﷺ نے خود اپنی سنت سے ان کے اول وآخر مقرر فرما دیئے۔

قرآن کریم کی سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 79 سے اوقات نماز کا استدلال کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اقم الصلوٰۃ ....

اس آیت میں پانچوں نمازوں کے اوقات بتائے گئے ہیں۔ دلوک کے تین معنی ہیں اور ہر ایک معنی کی رو سے ایک نماز کا وقت ظاہر کر دیا گیا ہے۔

1۔ مالت و زالت عن بعد السماء۔ یعنی زوال کو دلوک کہتے ہیں اس میں ظہر کی نماز آ گئی۔

2۔ اصفرت۔ جب سورج زرد پڑ جائے تو اس کو بھی دلوک کہتے ہیں۔ اس میں نماز عصر کا وقت بتا دیا گیا۔

3۔ تیسرے معنے غربت یعنی غروب شمس کے ہیں۔ اس میں نماز مغرب کا وقت بتایا گیا ہے۔

4۔ غسق الیل کے معنی ظلمۃ اول الیل کے ہیں یعنی رات کے ابتدائی حصہ کی تاریکی اس میں نماز عشاء کا وقت مقرر کر دیا گیا۔

5۔ قرآن الفجر کہہ کر صبح کی نماز کا ارشاد فرمایا۔ اس کے سوا کوئی اور تلاوت صبح کے وقت فرض نہیں ہے۔

1۔ یہ اوقات پنجگانہ نہاں درنہاں حکمتوں کے حامل ہیں۔

پہلی حکمت

اول مخاطبین کے لحاظ سے ان کی سب سے پہلی حکمت یہ ہے کہ عرب کے لوگ صبح سے رات کو سونے تک پانچ دفعہ خاص طور پر شراب پیتے تھے۔

1۔ جاشریہ: وہ شراب جو صبح قبل از طلوع آفتاب پی جاتی تھی۔

2۔ صبوح: جو بعد طلوع آفتاب پیتے تھے۔

3۔ غبوق: ظہر اور عصر کی شراب۔

4۔ قیل: دوپہر کی شراب۔

5۔ فحم: رات کی شراب۔

حضرت مسیح موعودؑ ان کا ذکر کر کے فرماتے ہیں:۔

’’اسلام نے ظہور فرما کر یہ تبدیلی کی جو ان پانچ وقتوں کی شرابوں کی جگہ پانچ نمازیں مقرر کر دیں اور ہر یک بدی کی جگہ نیکی رکھ دی اور مخلوق پرستی کی جگہ خدا تعالیٰ کا نام سکھا دیا۔‘‘

(نور القرآن۔ روحانی خزائن جلد 9 ص352)

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے وقتوں کے علاوہ تہجد کے وقت شراب پینا خاص طور پر فخر کا موجب خیال کیا جاتا تھا چنانچہ لبید کہتا ہے ؎

بادرت حاجتها الدجاج بسحرة
لاعل منها حين هبّ نيا مها

کہ میں نے مرغ سے بھی جو بہت سویرے اٹھتا ہے سبقت کرتے ہوئے سحری کے وقت شراب پی۔ اس لئے نہیں تا لوگ مجھے دیکھ کر شراب نوشی کا طعنہ نہ دیں بلکہ اس لئے کہ جب رات کے سوئے ہوئے صبح کو میخانے میں آکر شراب نوشی کریں تو میں ان سے فخریہ کہہ سکوں کہ تم تو پہلی بار شراب پی رہے اور میں دوسری بار پی رہا ہوں۔ (بحوالہ شرح القصیدہ ص87)

آنحضرت ﷺ نے ان کے اندر جو عظیم انقلاب پیدا کیا اور پستیاں بلندیوں میں تبدیل کیں ان کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ یہ فرماتے ہیں ؎

کم شارب بالرشف دنا طافحا
فجعلته فی الدین کالنشوان
ترکوا الغبوق وبدلوا من ذوقه

ذوق الدعاء بلیلۃ الاحزان
(آئینہ کمالات اسلام ۔روحانی خزائن جلد 5 ص 592)

بہت تھے جو خُم کے خُم پی جاتے تھے اے محمدؐ آپ نے ان کو دین کا متوالا بنادیا۔انہوں نے شام کی شراب چھوڑ دی اور اس کے ذوق کی جگہ غم کی راتوں میں دعا کی لذات اختیار کرلی۔

دوسری حکمت

ان اوقات میں خدا تعالیٰ اپنے خاص فضل نازل فرماتا ہے اس لئے ان وقتوں کو خدا کے حضور جھکنے کے لئے خاص طور پر تاکید کی تاکہ انسان زیادہ سے زیادہ ان برکات کو حاصل کرسکے۔

حضرت مسیح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں:۔

''ہمارے دین میں یہ بات مسلم ہے کہ بعض اوقات مبارک ہوتے ہیں جن میں دعائیں قبول ہوتی ہیں اور تضرعات سنی جاتی ہیں جیسے لیلۃ القدر اور ان کا آخری تیسرا حصہ اور محققین نے کہا ہے کہ نماز کے مقررہ اوقات میں بہت سی برکات پوشیدہ ہیں اسی لئے اللہ نے انہیں عبادات کے لئے مخصوص کیا ہے پس جس نے ان کی حفاظت کی اور ہر نماز حضور قلب سے ادا کی اسے یقیناً اس کی برکات عطا ہوں گی اور ان سے حصہ پائے گا اور مطلوبہ سعادت حاصل کرے گا اور برے ساتھی سے نجات پائے گا''

اس کی تائید میں بہت سی احادیث ملتی ہیں جن میں مختلف نمازوں کے اوقات، ان میں نازل ہونے والے افضال الٰہی کا ذکر کیا گیا ہے اور ان میں نماز کی عدم ادائیگی بہت سی محرومیوں کا موجب بن سکتی ہے۔

اس کی ایک مثال اس واقعہ میں بھی نظر آتی ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کی ایک مخلصہ بیان کرتی ہیں۔

حضرت مائی کاکو فرماتی ہیں کہ

''ایک دفعہ میرے بھائی خیر دین کی بیوی نے مجھ سے کہا کہ شام کا وقت گھر میں بڑے کام کا وقت ہوتا ہے اور مغرب کی نماز عموماً قضا ہو جاتی ہے تم حضرت مسیح موعودؑ سے دریافت کرو کہ ہم کیا کریں۔ میں نے حضرت صاحب سے دریافت کیا کہ گھر میں کھانے وغیرہ کے انتظام میں مغرب کی نماز قضا ہو جاتی ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے۔حضرت صاحب نے فرمایا میں اس کی اجازت نہیں دے سکتا اور فرمایا کہ صبح اور شام کا وقت خاص طور پر برکات کے نزول کا وقت ہوتا ہے اور اس وقت فرشتوں کا پہرہ بدلتا ہے ایسے وقت کی برکات سے اپنے آپ کو محروم نہیں کرنا چاہئے ہاں کبھی مجبوری ہو تو عشاء کی نماز سے ملا کر مغرب کی نماز جمع کی جاسکتی ہے۔''

(سیرۃ المہدی حصہ سوم جلد 1 ص 759)

تیسری حکمت

یہ اوقات انسانی زندگی پر وارد ہونے والے حالات اور مصائب و مشکلات کی ایک عکسی تصویر ہیں اور نماز کے ذریعہ ان تکالیف سے پیشگی دعاؤں کے ساتھ نجات اور بچاؤ کا سامان کیا جاتا ہے۔حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

''خدا نے اپنے قانون قدرت میں مصائب کو پانچ قسم پر منقسم کیا ہے یعنی آثار مصیبت کے جو خوف دلاتے ہیں اور پھر مصیبت کے اندر قدم رکھنا اور پھر ایسی حالت جب نومیدی .... پیدا ہوتی ہے اور پھر زمانہ تاریک مصیبت کا اور پھر صبح رحمت الٰہی کی۔یہ پانچ ہیں جن کے نمونہ پانچ نمازیں ہیں۔''

(براہین احمدیہ حصہ پنجم یادداشتیں ۔روحانی خزائن جلد 21 ص 422)

پھر وضاحت کرتے ہوئے فرمایا

''یہ جو پانچ وقت نماز کے لئے مقرر ہیں یہ کوئی تحکم اور جبر کے طور پر نہیں بلکہ اگر غور کرو تو یہ دراصل روحانی حالتوں کی ایک عکسی تصویر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس (بنی اسرائیل:79) یعنی قائم کرو نماز کو دلوک الشمس سے۔اب دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں قیام صلوٰۃ کو دلوک شمس سے لیا ہے دلوک کے معنوں میں گو اختلاف ہے لیکن دوپہر کے ڈھلنے کے وقت کا نام دلوک ہے۔اب دلوک سے لے کر پانچ نمازیں رکھ دیں۔اس میں حکمت اور سر کیا ہے۔قانون قدرت دکھاتا ہے کہ روحانی تذلل اور انکسار کے مراتب بھی دلوک ہی سے شروع ہوتے ہیں اور پانچ ہی حالتیں آتی ہیں۔

پس یہ طبعی نماز بھی اس وقت سے شروع ہوتی ہے جب حزن اور ہم و غم کے آثار شروع ہوتے ہیں۔اس وقت جبکہ انسان پر کوئی آفت یا مصیبت آتی ہے تو کس قدر تذلل اور انکساری کرتا ہے۔اب اس وقت اگر زلزلہ آوے تو تم سمجھ سکتے ہو کہ طبیعت میں کیسی رقت اور انکساری پیدا ہو جاتی ہے۔اسی طرح پر سوچو کہ اگر مثلاً کسی شخص پر نالش ہو تو سمن یا وارنٹ آنے پر اس کو معلوم ہوگا کہ فلاں دفعہ فوجداری یا دیوانی میں نالش ہوتی ہے۔اب بعد مطالعہ وارنٹ اس کی حالت میں گویا نصف النہار کے بعد زوال شروع ہوا کیونکہ وارنٹ یا سمن تک اسے کچھ معلوم نہ تھا اب خیال پیدا ہوا کہ خدا جانے ادھر وکیل ہو یا کیا ہو؟ اس قسم کے ترددات اور تفکرات سے جو زوال پیدا ہوتا ہے یہ وہی حالت دلوک ہے اور یہ پہلی حالت ہے جو نماز ظہر کے قائم مقام ہے اور اس کی عکسی حالت نماز ظہر ہے۔

اب دوسری حالت اس پر وہ آتی ہے جبکہ وہ کمرۂ عدالت میں کھڑا ہے فریق مخالف اور عدالت کی طرف سے سوالات جرح ہو رہے ہیں اور وہ ایک عجیب حالت ہوتی ہے یہ وہ حالت اور وقت ہے جو نماز عصر کا نمونہ ہے کیونکہ عصر گھوٹنے اور نچوڑنے کو کہتے ہیں۔

جب حالت اور بھی نازک ہو جاتی ہے اور فرد قرارداد جرم لگ جاتی ہے تو یاس اور ناامیدی بڑھتی ہے کیونکہ اب خیال ہوتا ہے کہ سزا مل جاوے گی۔یہ وہ وقت ہے جو مغرب کی نماز کا عکس ہے۔

پھر جب حکم سنایا گیا اور کنسٹیبل یا کورٹ انسپکٹر کے حوالہ کیا گیا تو وہ روحانی طور پر نماز عشاء کی عکسی تصویر ہے۔

یہاں تک کہ نماز کی صبح صادق ظاہر ہوئی اور ان مع العسر یسرا (الانشراح :7) کی حالت کا وقت آ گیا تو روحانی نماز فجر کا وقت آ گیا اور فجر کی نماز اس کی عکسی تصویر ہے''۔(ملفوظات جلد 1 ص 150)

چوتھی حکمت

معاشرتی طور پر بھی اوقات نماز بڑی اہمیت اور فوائد رکھتے ہیں۔سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ ان پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''اہل محلہ کے روزانہ اجتماع کے لئے پانچ وقت کی جماعت کو واجب کیا۔رات کو سب لوگ اپنے گھروں میں سوتے رہے۔شبینہ واقعات میں اگر ہمدردی کی ضرورت ہے تو علی الصبح نماز فجر کی جماعت میں یہ امر حاصل ہے اب بازار کی آمد و رفت شروع ہوئی۔مختلف معاملات خارجہ پیش آئے تو دوپہر کے بعد جماعت کا وقت آ گیا عصر روزانہ اوقات کا اختتام ہے اور ابھی اہل تجارت و حرفہ غالب عمرانات میں گھر نہیں پہنچے۔عین اس وقت کے معاملات پر اگر ہمدردی کی ضرورت ہے تو عصر کی جماعت کا عمدہ موقع ہے۔شام کو گھر پہنچے وہاں کے نئے معاملات جو غیبوبت میں ہوئے اگر باعث اجتماع ہیں تو جماعت نماز شام اس کے لئے موزوں ہے 9،10 بجے رات کو الگ الگ ہونے کا وقت آ گیا۔مناسب ہے سب آپس میں الوداعی رخصت کرلیں اور یہی عشاء کا وقت ہے۔اس روزانہ پانچ وقت کے اجتماع میں اگر تمام اہل عبادت کو تکلیف دی جاوے تو ایک قسم کی تکلیف مالا یطاق ہے اس لئے تمام شہر کے اہل مسلمانوں کے واسطے ہفتے میں ایک دن جمعے کا اس اجتماع کے لئے تجویز ہوا لیکن اس اجتماع کے لئے حفظ صحت کے سامان کے واسطے نہانا، کپڑے بدلنا صفائی ایک ضروری تھا۔بنابراں اس کا وقت قریب نصف النہار تجویز کیا گیا اور اس میں موسیٰ والی تشدید کہ سبت میں کام کرنے میں کام کرنے والے کو جلادیا جائے ۔عالمگیر مذہب میں جس کا نام اسلام ہے مناسب نہ سمجھی زیادہ دیر تک اجتماع کو مخل صحت خیال کر کے اصل نماز سے اس نماز کو نصف کر دیا گیا اور ایک خطیب اسپیکر کو یہ حکم دیا گیا کہ ضروریات پر کھڑے ہو کر لیکچر دے اور بعد ختم نماز جمعہ کے حکم سے چلے جاؤ اور منتشر ہو جاؤ۔

قصبات اور دیہات کے اجتماع کے لئے عید کی نماز تجویز ہوئی۔چونکہ یہ جلسہ بھاری اور سال میں کل دو دفعہ ہوتا تھا اور اس میں لوگوں کی کثرت تھی اس لئے تبدیل لباس اور عطر و خوشبو لگانا جیسے جمعہ میں حکم تھا اس میں بھی رہا اور زیادہ تر اجتماع کے لحاظ سے حکم ہوا عید کا جلسہ شہر سے باہر میدان میں ہوتا کہ فرش پر تازہ ہوا کی روک نہ رہی چونکہ میدان محل انجمن ٹھہرا اور غالب عمرانات میں دھوپ کا خوف ہوا اس لئے ابتدائے روز عید کا وقت ٹھہرایا گیا۔''

(فصل الخطاب حصہ دوم ص 327،328)

پانچویں حکمت

نماز کی مثال غذا سے بھی دی گئی ہے اور روحانی اور جسمانی غذاؤں میں تطابق پیدا کیا گیا ہے۔اس مضمون کی وضاحت کرتے ہوئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا:۔

''دور حاضر میں مادہ پرستوں نے تہذیب و تمدن کے نام پر ایک لمبے تجربہ کے بعد کھانے کے جو طریقے اور اوقات مقرر کئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسول اکرم ﷺ کے ذریعے 1400 سال پہلے ہی مقرر کروا دیئے تھے''۔

مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:۔

''نماز روحانی غذا ہے اس کے بغیر روحانیت زندہ نہیں رہ سکتی اس لئے نمازوں کی تعداد بھی اتنی ہی ہے جتنے کھانے کے اوقات ہیں۔آپ کہہ سکتے ہیں کہ غریب ملکوں میں تو لوگ دو وقت کی روٹی کھاتے ہیں لیکن اسلام تو غریب مذہب نہیں ہے یہ آپ کو امیر قوم کی طرح تصور کرتا ہے اور امیر قومیں دن میں کم از کم پانچ وقت کھاتی ہیں۔آپ امیر قوموں کی عادات کا مطالعہ کیجئے وہ صرف ایک یا دو وقت کے کھانے پر اکتفا نہیں کرتیں وہ کم از کم پانچ وقت کھاتی ہیں اور بعض اس سے بھی زیادہ۔اس کے مقابل نوافل رکھ دیئے گئے ہیں۔امریکہ میں لوگ جونہی نیند سے بیدار ہوتے ہیں اولاً Bed Tea پیتے ہیں۔ثانیاً پورا ناشتہ، ثالثاً لنچ، رابعاً شام کی چائے کی پیالی۔خامساً Dinner

شریف جیولرز ربوہ
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
پروپرائیٹر حنیف احمد کامران ۔حاجی شریف احمد ربوہ
00-92-476214750 فون ریلوے روڈ
00-92-476212515 فون اقصیٰ روڈ ربوہ پاکستان

J.K. Jewellers - Kashmir Jewellers
جے کے جیولرز ۔ کشمیر جیولرز
Mfrs & Suppliers of : Gold and Silver Diamond Jewellery
Shivala Chowk Qadian (India)
Ph. (S) 01872 -224074, (M) 98147-58900,
E-mail: jk_jewellers@yahoo.com
اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ
چاندی اور سونے کی انگوٹھیاں خاص احمدی احباب کیلئے

طالبان حق کیلئے

حقیقی عاشق رسول کون ہے؟

تنویر احمد ناصر، قادیان۔ نائب ایڈیٹر بدر

قارئین اخبار بدر ’’طالبان حق کیلئے‘‘ کے عنوان سے اپنا ایک کالم شروع کرر ہا ہے جس میں اسلام واحمدیت کے متعلق کئے جانے والے اعتراضات اور اُن کی حقیقت بیان کی جائے گی۔ اگر آپ کے ذہن میں کوئی سوال ہو تو ہمیں لکھیں تا کہ اُس کا جواب قارئین بدر کے لئے دیا جاسکے۔ نیز اسلام واحمدیت کے متعلق اگر آپ کوئی معلومات فراہم کرنا چاہتے ہیں تو وہ بھی اس کالم کے تحت بھجوا سکتے ہیں۔ **(مدیر)**

گزشتہ کچھ عرصہ سے اخبارات میں اسلام کا چوغہ اوڑھ کر مسلمانوں کے کندھے پر سوار ہونے والے اور اسلام کا انتہائی خوفناک چہرہ دنیا کے سامنے پیش کرنے والے گروپ "مجلس احرار" کی طرف سے اس قسم کی بیان بازیوں کا بازار گرم ہے جس سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ بانیٔ اسلام نے جس نبی اللہ کے آنے کی خبر دی تھی وہ نہیں آئیں گے اور ان کے آنے سے گویا آنحضورؐ کی محبت لوگوں کے دلوں سے نکل جائے گی۔ چنانچہ یوپی میں منعقدہ نام نہاد تحفظ ختم نبوت کانفرنس کے موقعہ پر خطاب کرتے ہوئے مجلس احرار کے قومی صدر جناب حبیب الرحمٰن ثانی لودھیانوی صاحب نے کہا کہ:۔

"حضرت محمد ﷺ خاتم النبیّین ہیں اب کوئی بھی نبی نہ ظلی نہ بروزی دنیا میں آئے گا۔ انہوں نے کہا کہ مسلمان اس بات کو سمجھ لو کہ اسلام دشمن طاقتیں اس بات کو سمجھ چکی ہیں کہ اگر مسلمانوں کو کمزور کرنا ہے تو ان کے دلوں سے نبی پاک ﷺ کی محبت نعوذ باللہ نکال دو۔ اور یہ محبت تب ہی نکل سکتی ہے جب کوئی اور جدید نبی پیش کیا جائے"۔

(ہندسماچار 4 جون 2011 صفحہ 6)

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حضرت محمد مصطفٰےؐ خاتم النبیّین ہیں تو اس بات میں ذرہ برابر بھی شک نہیں تمام اُمت محمدیہ اس بات پر متفق ہے کہ آنحضورؐ خاتم النبیّین ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ اور آپؑ کی جماعت پر یہ جھوٹا الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ آنحضورؐ کو خاتم النبیّین نہیں مانتی۔ آپؐ کے مقام خاتم النبیّین پر جو ایمان اور یقین بانی جماعت احمدیہ کا تھا اور جس پر آپؑ کے بعد آپؑ کی جماعت قائم ہے اُس کا لاکھواں حصہ بھی یہ الزام لگانے والے نہیں مانتے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

’’اس جگہ پر یاد رکھنا چاہئے کہ مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیّن نہیں مانتے۔ یہ ہم پر افتراء عظیم ہے۔ ہم جس قوت یقین اور معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں۔ اس کا لاکھواں حصہ بھی وہ نہیں مانتے۔ اور ان کا ایسا ظرف ہی نہیں ہے وہ اس حقیقت اور راز کو جو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت میں ہے۔ سمجھتے ہی نہیں ہیں۔‘‘

(الحکم ۳۱ جولائی ۱۹۰۴ صفحہ ۳)

رہا سوال اس بات کا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آئے گا یا نہیں اور اس کے آنے سے آنحضورؐ کی محبت دلوں سے نکل جائے گی یا نہیں تو اس سلسلے میں نہایت ادب سے عرض ہے کہ اگر تو واقعی آنحضورؐ نے قطعیت کے ساتھ اس امر کی مناہی کی ہے کہ اب میرے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آئے گا اور قرآن مجید بھی اس پر اپنی مہر تصدیق ثبت کر رہا ہو اور ساتھ ہی اسلام کے چوٹی کے مفسرین بھی اپنی تفاسیر میں اس بات پر زور دے رہے ہوں کہ اب کسی قسم کے نبی کے آنے کی گنجائش باقی نہیں تو واقعی اس بات کو لازمی طور پر سر تسلیم خم کرتے ہو ماننا ہوگا کہ آنحضرتؐ کے بعد کسی قسم کے نبی کی گنجائش نہیں اور اُس کے آنے سے آنحضورؐ کی محبت دلوں سے نکل جائے گی۔

لیکن اگر قرآن مجید اور آنحضورؐ اور مفسرین کے بیانات سے یہ ثابت ہو جائے کہ آنحضورؐ کے بعد بھی نبی آسکتا ہے جو امت محمدیہؐ میں سے ہونے کی وجہ سے جدید نہیں بلکہ امتی اور طابع نبی ہو اور اُس کے آنے سے لوگوں کے دلوں میں آنحضورؐ کی محبت اور بڑھ جائے اور حضورؐ سے محبت کرنے کے نئے زاویے لوگوں کو پتہ چلیں اور وہ نبی بھی آنحضورؐ سے محبت کے میدان میں ایسا جواں مرد ہو کہ تمام اگلوں پچھلوں سے آپؐ کی محبت میں سبقت لے جائے تو پھر مسلمانوں سے محبت کا دم بھرنے اور اُن کا لیڈر ہونے کا زعم وناز ہونے کے بعد ایسا بیان جاری کرنا کہ آپؐ کے بعد کسی جدید نبی کے آنے سے آپؐ کی محبت دلوں سے نکل جائے گی سراسر خیانت کا طریق ہے۔ اور اس خیانت میں بھی دراصل ایک اور خیانت چھپی ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ کسی جدید نبی کے آنے کے انکاری ہیں اور ان کے نزدیک قدیم نبی آسکتا ہے۔ اور اس طرح بڑی چالاکی سے باوجود تحفظ ختم نبوت کے پُر زور دعووں کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کی راہ نکال لی۔ عجیب بات ہے آپ ہی مدعی آپ ہی گواہ اور آپ ہی حاکم بن کر فیصلہ بھی کر دیا۔ اس جگہ مخالفین بڑی چالاکی سے کہہ دیتے ہیں کہ وہ پہلے نبی ہیں ان کے آنے سے مہر نبوت نہیں ٹوٹے گی جبکہ اس جگہ نئے یا پرانے کے آنے کا سوال نہیں۔ آنحضورؐ کے بعد بحیثیت نبی ظاہر ہونے کا سوال ہے تمام مخالفین آنحضورؐ کو بایں معنی خاتم مانتے ہیں کہ آپؐ زمانے کے اعتبار سے آخری ہیں۔ اب اگر حضرت عیسیٰؑ آپؐ کے بعد بنی کے طور پر ظاہر ہوئے تو زمانہ آخری بار کس نبی کو دیکھے گا؟۔ کیا یہ آنحضرتؐ کی شان کے خلاف نہیں کہ ایک ایسا نبی جو درجہ میں بھی آپؐ سے کم تھا وہ آپ سے پہلے بھی ہوا اور بعد میں بھی ہو۔ کیا یہ بات حضرت عیسیٰؑ کے مرتبے کو آنحضرتؐ سے بڑھانے والی نہیں؟

کم سے کم ایک سچا احمدی مسلمان تو اس بات کو تسلیم نہیں کرسکتا ہاں جن لوگوں کے دلوں میں آنحضورؐ سے زیادہ حضرت عیسیٰؑ کی محبت بھری ہوئی ہے وہ ایسا تسلیم کرسکتے ہیں۔ اب اگر مخالفین کو واقعی آنحضورؐ سے سچی محبت ہے تو اس بات کا اعلان کریں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں نہیں آئیں گے کیونکہ وہ وفات پا چکے ہیں۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایسا دعویٰ کرنا ان نام نہاد علماء کے لیے ناممکن ہے کیونکہ یہ مسلمانوں کے مذعومہ اعتقاد کے خلاف ہے اور مسلمانوں کا ووٹ لینے کیلئے اُن کے جھوٹے اعتقاد کے خلاف کہنا بے وقوفی ہے۔

اس جگہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یہ کہنا کہ جدید نبی کے آنے سے آنحضورؐ کی محبت دلوں سے نکل جائے گی تو اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ قدیم نبی کے آنے سے آپؐ کی محبت دلوں سے نہیں نکلے گی. اور جبکہ وہ نبی آپؐ کی اُمت میں سے بھی نہ ہو بلکہ موسیٰ علیہ السلام کی امت میں سے ہو۔ یہ ہمارا یقین کامل ہے کہ اگر قدیم نبی کو لایا جائے تو واقعی آپؐ کی محبت دلوں سے نکلنے کا خطرہ ہے کیونکہ وہ تو رسولاً اِلٰی بنی اسرائیل (سورہ آل عمران آیت ۵۰) تھے اور وہ مسلمانوں کی کیا اصلاح کریں گے جو اپنی ذمہ داری کو بھی ادا نہ کر سکے کیونکہ انہوں نے کہا تھا کہ میری اور بھی بھیڑیں ہیں ضرور ہے کہ اُن کو بھی لاؤں اور اس کام کو پورا کئے بغیر ہی وہ آج کل کے مسلمانوں کے اعتقاد کے مطابق آسمان پر جا بیٹھے۔ اب اگر بفرض محال وہ آ بھی جائیں تو کیا وہ اپنا گذشتہ ادھورا کام مکمل کریں گے یا مسلمانوں کی اصلاح کریں گے؟ اور جب مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوں گے تو قرآن مجید کی اس آیت کو کہاں لے جائیں گے جس میں اللہ تعالیٰ نے اُنہیں بنی اسرائیل کا نبی قرار دیا؟

کیا یہ آیت اس وقت منسوخ ہو جائے گی؟ اگر یہ آیت اُس وقت منسوخ ہو گی تو اس کا اختیار کس کو ہوگا؟ اگر کہو کہ اللہ کو تو گویا اس کے یہ معنے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ کو بتائے گا کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام قرآن مجید میں سے یہ آیت کاٹ دیجئے اور اس کی جگہ تمام مسلمانوں بلکہ تمام جہانوں کا رسول لکھ دیجئے تب ہی تو وہ مسلمانوں کے رسول ہو سکتے ہیں ورنہ ایک مسلمان کو قرآن مجید کی اس آیت رسولاً الٰی بنی اسرائیل (سورہ آل عمران آیت ۵۰) کے ہوتے ہوئے یہ حق ہوگا کہ وہ حضرت عیسیٰؑ سے کہے کہ جناب آپ کی آمد سر آنکھوں پر لیکن قرآن مجید کی اس آیت کے ہوتے ہوئے آپ اسلام کی حدود میں داخل نہیں ہو سکتے براہ کرم بنی اسرائیل میں نازل ہوں۔ اس جگہ یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ جب کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ آنے والا مسیح امت محمدیہ کے اندرونی اختلافات کا حل حکم اور عدل بن کر کرے گا۔ اب اگر اس جگہ مسیح ابن مریم سے وہی مسیح ابن مریم مراد لئے جائیں جو دو ہزار سال قبل بنی اسرائیل میں آئے تھے تو بہت سی قباحتیں مسلمانوں کے شامل حال ہو جائیں گی۔

سب سے پہلی بات یہ کہ جب وہ آئیں گے تو مسلمانوں کے اندرونی مسائل میں حکم وعدل بن کر فیصلے کرنے کے لیے انہیں لازماً قرآن مجید کی طرف رجوع کرنا ہوگا، جبکہ حضرت مسیح تو قرآن مجید نہ ہی لفظی اعتبار سے جانتے ہوں گے اور نہ ہی معنوی اعتبار سے کیونکہ ان کی زبان عبرانی تھی اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر وہ قرآن کس سے سیکھیں گے اگر کہو کہ مولوی سے تو پھر تو مسیح کے آنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی کیونکہ اگر مولوی مسیحؑ کو لفظی اور معنوی طور سے قرآن پڑھا سکتا ہے تو وہ اندرونی اور بیرونی اختلافات کا حل بھی کرسکتا ہے۔ یہی تو سارا جھگڑا ہے علماء ہی کے بارے میں تو حضورؐ کا فرمان تھا کہ وہ بگڑ چکے ہوں گے اور اصلاح کیلئے مسیحؑ آئیں گے۔ اب لازمی طور پر یہ ماننا پڑے گا کہ پھر حضرت عیسیٰؑ کو قرآن مجید لفظی اور معنوی طور پر اللہ تعالیٰ پڑھائے گا یعنی از سر نو حضرت عیسی علیہ السلام پر بھی قرآن مجید کا نزول ہوگا اور مسلمانوں کا رسول بنانے کے لیے قرآن مجید میں بھی رد وبدل کرنا پڑے گا۔ (نعوذباللہ من ذلک) جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ شریعت مکمل ہوگئی ہے اور اس میں رد وبدل نہیں ہوسکتا۔

اب اس جگہ مسلمان علماء خدارا غور فرمائیں کہ قرآن مجید پر غور نہ کرنے اور اسلام میں نبوت کا دروازہ خود بند کرنے کے نتیجہ میں انہوں نے اسلام اور بانی اسلام کا کچھ بھی باقی نہ چھوڑا۔

آج کل کے یہ علماء امت محمدیہ میں ایک امتی نبی کے آنے کو جدید نبی کا آنا قرار دیتے ہیں اور اس میں نبیؐ کی ہتک سمجھتے ہیں۔ ذرا غور کریں کہ کیا حضرت عیسی علیہ السلام کے آنے میں نبیؐ کی ہتک نہیں ہے کیا اس سے آنحضورؐ کی قوت قدسیہ اور روحانی توجہ پر حرف نہیں آتا۔ اور کیا اس سے قرآن کریم کی سورۃ النساء کی آیت 70 کا مفہوم باطل نہیں ہو جاتا؟ کیا آنحضورؐ کے بعد حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کو جو کہ بنی اسرائیل کے محض بارہ قبائل کے نبی تھے ایک عالمی نبی کی حیثیت نہیں مل جاتی جو کہ مرتبے میں نعوذ باللہ آنحضورؐ کے برابر ہو کیونکہ جب تک انہیں عالمی نبوت نہ دی جائے وہ مسلمانوں کے نبی نہیں ہوسکتے اور مذید ظلم یہ کہ ان کی نبوت بھی آنحضورؐ کا فیض نہ ہو بلکہ وہ آزاد نبی ہو۔ اب کیا کوئی معاند احمدیت اس بات کی ضمانت دے سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے آنے سے حضرت رسول اکرمؐ کی محبت مسلمانوں کے دلوں سے نہیں نکلے گی۔ عجیب بات ہے کہ ان تمام قباحتوں کے ہوتے ہوئے بھی مسلمان اس قدر تکلفات میں پڑے ہوئے ہیں اور ایک قدیم نبی کی آمد کے منتظر

ہیں جو کہ ان کے باطل عقائد کی وجہ سے عالمی اور جدید نبی بن جاتا ہے۔ جبکہ قرآن مجید واحادیث وتفاسیر سے ثابت ہے کہ آنحضورؐ کے بعد آپؐ کی اُمت میں سے آپؐ کا کامل مطیع اور فرمانبردار اور شاگرد نبی آسکتا ہے جس نے آپؐ ہی سے فیض پایا ہو۔اوران تمام تکلفات کے اختیار کرنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی اور ایسا نبی جدید بھی نہیں ہوگا کیونکہ وہ امت میں سے ہی ہوگا جدید تو وہ ہوگا جو اُمت سے باہر ہو۔

چنانچہ قرآن واحادیث اور بزرگان امت کے چند ایک حوالہ جات اس جگہ درج کئے جاتے ہیں جن سے واضح ہوگا کہ اب اُمتی نبی ہی آئے گا دوسرا کوئی نبی نہیں آئے گا۔

(الف)--چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۔

(النسآ آیت ۷۰)

ومن يطع الله والرسول جواللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرے گا۔

اب یہاں غور کیجئے کہ عنوان کتنا زبردست باندھا گیا ہے کیا کوئی ایک لمحہ کیلئے بھی یہ سوچ سکتا ہے کہ یہاں سزا کی بات ہورہی ہے۔انسان یہ سنتے ہی خیال کرے گا کہ بہت بڑے بڑے انعامات کا آگے ذکر آنے والا ہے اور واقعی ہے بھی ایسا ہی چنانچہ اس آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول محمدؐ کی اطاعت کریں گے تو وہ لوگ ان میں شمار ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات کئے یعنی نبیوں میں سے صدیقوں میں سے شہداءمیں سے اور صالحین میں سے اور یہ بہت ہی اچھے ساتھی ہیں۔

یعنی اب آئندہ کے لئے نبوت، صدیقیت، شہادت اور صالحیت کا مقام اللہ اور آنحضورؐ کی کامل اطاعت اور غلامی کے نتیجہ میں ہی مل سکتا ہے اگر اللہ اور رسول کی اطاعت اور غلامی نہ ہوگی تو نبوت تو کیا صالحیت یعنی عام نیکی کا معیار بھی کوئی شخص حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ اب یہ تمام انعامات آنحضورؐ کی ذات بابرکات کی کامل اطاعت اور پیروی سے وابستہ ہو گئے ہیں۔یہ آیت کریمہ ایسی عظیم الشان آیت ہے کہ جس نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ مرتبہ عطاء فرمایا جو ابتدائے آفرینش سے جب سے کہ سلسلہ نبوت کا آغاز ہوا کسی نبی کو نہیں ملا۔پہلے زمانوں میں تو نبوت کا انعام براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطاء ہوتا تھا اور اس میں کسی نبی کی غلامی یا اطاعت یا محبت کا ذرہ بھر بھی دخل نہیں ہوتا تھا۔چنانچہ جس قدر انبیاء کی سوانح دنیا میں موجود ہیں انہیں پڑھ کر دیکھ لیجئے کسی بھی نبی کے کلام میں یہ بات نہیں ملے گی کہ اس نے جو نبوت کا مقام پایا وہ اپنے سے پہلے کسی نبی کی اطاعت میں پایا اور نہ اس نبی سے کامل محبت کا ذکر ملے گا۔اگر یہ مقام کسی نبی کو حاصل ہوا تو وہ صرف اور صرف حضرت اقدس محمد مصطفیٰؐ کو ہی حاصل ہوا کہ اب تمام امتوں میں نبوت کا سلسلہ بند ہوگیا صرف اسی امت میں آنحضورؐ کی اطاعت اور غلامی میں نبوت جاری ہے اور اب جو بھی نبی بنے گا اس کے لئے لازمی ہوگا کہ وہ آنحضورؐ کا کامل غلام اور مطیع اور آپؐ کی شریعت کا خوشہ چیں ہو اس کے بغیر نبوت تو کیا صدیقیت شہادت اور صالحیت کا مقام بھی حاصل نہیں ہوسکتا ان تمام مراتب کے حصول کے لیے آنحضورؐ کی اطاعت شرط ہے۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

سب ہم نے اُس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

(ب) حضرت رسول اکرمؐ نے امت محمدیہ میں آنے والے نبی اللہ کو جہاں عیسیٰ کا لقب دیا وہیں امام مہدی کا لقب بھی دیا اور ان دونوں وجودوں کو حدیث ولا المھدی الا عیسیٰ (ابن ماجہ) نے ایک وجود ثابت کر دیا یعنی وہ دو الگ الگ وجود نہیں ہوں گے بلکہ ایک ہی وجود کے دو نام اُس کے کاموں کی وجہ سے ہوں گے۔

اس جگہ امام مہدی کا لفظ زیر غور ہے چنانچہ آنحضورؐ نے فرمایا:۔

يُوْشِكُ مَنْ عَاشَ مِنْكُمْ اَنْ يَّلْقٰى عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اِمَامًا مَّهْدِيًّا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد2 صفحہ 411)

یعنی تم میں سے جو زندہ ہوگا وہ عیسیٰ ابن مریم کو امام مہدی ہونے کی حالت میں پائے گا۔لفظ امام مہدی قرآن مجید میں سوائے انبیاء کے کسی غیر نبی کے لئے استعمال نہیں ہوا۔چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں سورۃ الانبیاء میں حضرت ابراہیم، حضرت اسحٰق، حضرت یعقوب اور دیگر انبیاء کے ذکر میں فرماتا ہے:۔

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا

(الانبیاء74)

یعنی اور ہم نے انہیں امام بنایا وہ ہمارے حکم سے ہدایت دینے کا کام کرتے تھے۔اب اسی لفظ امام مہدی کا امت میں آنے والے وجود کے لیے آنحضورؐ کا اختیار فرمانا حکمت سے خالی نہیں۔قرآن مجید کے معانی اور مطالب پر آپؐ سے زیادہ کوئی اطلاع نہیں پاسکتا تھا آپ کا یہ فرمانا کہ اس امت میں آنے والا عیسیٰ ابن مریم امام مہدی ہوگا صاف بتا رہا ہے کہ وہ نبی اللہ ہوگا۔

اسی طرح آنحضرتؐ کی حدیث ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مُطالبہ پر کہ اے اللہ پھر مجھے اُس عظیم نبی کی امت کا نبی بنا دے اللہ تعالیٰ نے فرمایا " نَبِيُّهَا مِنْهَا "یعنی اس امت کا نبی اسی میں سے ہوگا۔ (خصائص الکبریٰ صفحہ 425)

اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ اب صرف اُمت محمدیہ میں ہی نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔اسی طرح مسلم کی حدیث میں 4 مرتبہ آنحضورؐ نے اس اُمت میں آنے والے عیسیٰ ابن مریم کو نبی اللہ قرار دیا۔

(ج)۔حضرت عائشہؓ جن کے بارے میں حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ آدھا دین عائشہ سے سیکھو فرماتی ہیں:۔

" قُوْلُوْا اِنَّهٗ خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ "

(درمنثور جلد5 صفحہ104 و تکملہ مجمع بحار الانوار جلد4 صفحہ85)

یعنی اے لوگو! آنحضرتؐ کو خاتم الانبیاء تو کہو لیکن یہ نہ کہو کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں۔قربان جائیں مادر مہربان حضرت عائشہؓ پر جنہوں نے آج سے 1400 سال قبل امت میں پیدا ہونے والے اختلاف کا حل بڑے احسن رنگ میں کر دیا۔آپکی باریک نظر نے 1400 سال قبل اس خطرہ کو بھانپ لیا اور امت کے ایک بڑے اختلاف میں پڑ جانے کے اندیشہ سے آپ کا دل تڑپ اُٹھا اور بڑے درد کے ساتھ آپ پکار اٹھیں کہ اے لوگو تم رسول اللہؐ کو خاتم الانبیاء تو کہو لیکن یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔یعنی لا نبی بعدی والی حدیث کے معنی آیت خاتم النبیین کے طابع رکھ کر کرو کہ آپؐ کے بعد اب کوئی ایسا نبی نہیں ہوگا جو آپؐ کی شریعت کے خلاف ہو۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ بھی آیت خاتم النبیین کے وہی معنی کرتی تھیں جو رسول اللہ ﷺ نے سمجھے اور جو چودہ سو سال میں امت کے بڑے بڑے بزرگان نے سمجھے اور جو بانی جماعت احمدیہ نے کئے یعنی یہی کہ آپؐ کو اللہ نے وہ مقام نبوت عطاء فرمایا جس پر نہ کوئی پہلا نبی پہنچ سکا اور نہ آئندہ کوئی نبی پہنچ سکے گا اور آپؐ تمام انبیاء سے افضل ہیں اور آپؐ کی روحانی توجہ نبی تراش ہے اور آپؐ کی کامل اطاعت اور فرمانبرداری کسی امتی کو نبوت کے مقام تک بھی پہنچا سکتی ہے۔

حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں :۔

اِنَّ النُّبُوَّةَ الَّتِيْ انْقَطَعَتْ بِوُجُوْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا هِيَ نُبُوَّةُ التَّشْرِيْعِ لَا مَقَامُهَا فَلَا شَرْعَ يَكُوْنُ نَاسِخًا لِشَرْعِهٖ وَلَا يَزِيْدُ فِيْ شَرْعِهٖ حُكْمًا آخَرَ۔

(فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۳)

یعنی۔وہ نبوت جو رسول کریمؐ کے آنے سے منقطع ہوئی ہے وہ صرف تشریعی نبوت ہے نہ کہ مقام نبوت پس اب کوئی شرع نہ ہوگی جو آنحضرتؐ کی شرع کی ناسخ ہو اور نہ آپ کی شرع میں کوئی نیا حکم بڑھانے والی شرع ہوگی۔

یہ صرف چند ایک دلائل ہیں ورنہ قرآن، حدیث اور اقوال بزرگان سے بے شمار ایسے حوالہ جات دیئے جا سکتے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضورؐ کے بعد آپؐ کی امت میں نبوت جاری ہے اور ایسی نبوت جو کہ صرف اور صرف اللہ اور رسول اکرمؐ کی اطاعت کے نتیجہ میں ملے وہ کوئی نئی نبوت نہیں۔اور اس نبوت کے جاری رہنے کے نتیجہ میں آنحضورؐ سے محبت مزید بڑھ جائے گی اور درحقیقت آج امت محمدیہ میں نبوت کا درجہ پانے کے لئے سب سے بڑی شرط محبت رسول ہی ہے چنانچہ اس زمانہ کے امتی نبی حضرت مسیح موعود اور امام مہدی علیہ السلام اپنے ایک الہام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"ایک مرتبہ الہام ہوا جس کے معنے یہ تھے ملاء اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں۔یعنی ارادہ الٰہی احیائے دین کے لیے جوش میں ہے لیکن ہنوز ملاء اعلیٰ پر شخص محی کی تعین ظاہر نہیں ہوئی۔اس لیے وہ اختلاف میں ہے۔اس اثناء میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک محی کو تلاش کرتے پھرتے ہیں اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا۔اور اشارہ سے اس نے کہا

"هذا رجل يحب رسول الله"

یعنی یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبت رکھتا ہے۔اور اس قول سے یہ مطلب تھا کہ شرط اعظم اس عہدہ کی محبت رسول ہے سو وہ اس شخص میں متحقق ہے۔''

(براھین احمدیہ صفحہ 574 حاشیہ در حاشیہ 3)

نیز فرمایا:۔خداوند کریم نے اس رسول مقبول کی متابعت اور محبت کی برکت سے اور اپنے پاک کلام کی پیروی کی تاثیر سے اس خاکسار کو اپنے مخاطبات سے خاص کیا ہے اور علوم لدنیہ سے سرفراز فرمایا ہے۔ اور بہت سے حقائق اور معارف سے اس ناچیز کے سینہ کو پُر کر دیا ہے۔اور بارہا بتلا دیا ہے کہ یہ سب عطیات اور عنایات اور یہ سب تفضلات اور احسانات اور یہ سب تلطفات اور توجہات اور یہ سب انعامات اور تائیدات اور یہ سب احکامات اور مخاطبات بمیمن متابعت و محبت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

جمال ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

(براہین احمدیہ صفحہ ۶۲۳)

پھر فرماتے ہیں:

''میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں اپنے سید و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفیٰؐ کی راہوں کی پیروی نہ کرتا سو میں نے جو کچھ پایا اس پیروی سے پایا اور میں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اس نبیؐ کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفت کاملہ کا حصہ پاسکتا ہے''

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۵۲)

یہ وہ چند نمونے ہیں جن پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالنے سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک لمحہ کیلئے اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتے تھے کہ آنحضورؐ کی پیروی اور کامل غلامی اور محبت میں فنا ہوئے بغیر بھی کوئی روحانی مرتبہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔آپ نے اپنے آپ کو آنحضورؐ کی محبت میں ایسا فنا کر دیا کہ اپنا کچھ بھی باقی نہ رہا۔آپ کی کتب اور ملفوظات میں قدم قدم پر عشق رسولؐ کے وہ نمونے نظر آتے ہیں جن کی نظیر اُمت محمدیہ میں گزشتہ چودہ سو سال میں نظر نہیں آتی۔ملاحظہ فرمائیے حضرت مسیح موعودؑ کے عشق رسولؐ کی چند جھلکیاں جن سے آج کل کے نام نہاد باطل پرست علماء کے جھوٹ کی قلعی بھی کھل جائے گی کہ کس طرح وہ نہایت ظلم کی راہ اختیار کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ پر الزام لگاتے ہیں کہ آپؐ کے آنے سے گویا لوگوں کے دلوں سے رسولؐ کی محبت نکل گئی۔ان اقتباسات سے ثابت ہو جائے گا کہ

آپؑ کے آنے سے آنحضورؐ کی محبت لوگوں کے دلوں میں مزید جاگزین ہوئی ہے چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں۔

’’اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو! اور اے تمام وہ انسانی روحو! جو مشرق و مغرب میں آباد ہو! میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہے جس کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اُس کی پیروی اور محبت سے ہم روح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں‘‘۔

(تریاق القلوب صفحہ ۱۱)

پھر فرماتے ہیں:-

’’ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبی اور زندہ نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں یعنی وہی نبیوں کا سردار۔ رسولوں کا فخر، تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفیٰ و احمد مجتبیٰ ﷺ ہے جس کے زیر سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزار برس تک نہیں مل سکتی تھی۔‘‘

(سراج منیر صفحہ:82)

پھر فرماتے ہیں:۔

’’حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی کس قدر شانِ بزرگ ہے اور اس آفتاب صداقت کی کیسی اعلیٰ درجہ پر روشن تاثیریں ہیں جس کا اتباع کسی کو مومن کامل بناتا ہے۔ کسی کو عارف کے درجے تک پہنچاتا ہے۔ کسی کو آیت اللہ اور حجت اللہ کا مرتبہ عنایت فرماتا ہے اور محامد الٰہیہ کا مورد ٹھہراتا ہے‘‘۔

(براہین احمدیہ صفحہ ۲۵۸۔۲۶۱۔حاشیہ در حاشیہ)

پھر فرماتے ہیں:۔

’’ہم یقیناً جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا سب سے بڑا نبی اور سب سے زیادہ پیارا محمد مصطفیٰ ﷺ ہے کیونکہ دوسرے نبیوں کی امتیں ایک تاریکی میں پڑی ہوئی ہیں۔ ہماری روح سے یہ گواہی نکلتی ہے کہ سچا اور صحیح مذہب صرف اسلام ہے‘‘۔

(کتاب البریہ صفحہ ۱۵۵)

نیز فرمایا:

’’آنحضرت ﷺ کے نقش قدم پر چلنا جس کے لوازم میں سے محبت اور تعظیم اور اطاعت آنحضرتؐ ہے۔ اس کا ضروری نتیجہ یہ ہے کہ انسان خدا کا محبوب بن جاتا ہے اور اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور اگر کوئی گناہ کی زہر کھا چکا ہے تو محبت اور اطاعت اور پیروی کے تریاق سے اس زہر کا اثر جاتا رہتا ہے۔ جب ایک انسان سچے دل سے ہمارے نبیؐ پر ایمان لاتا ہے اور آپؐ کی تمام عظمت اور بزرگی کو مان کر پورے صدق وصفا اور محبت اور اطاعت سے آپؐ کی پیروی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ کامل اطاعت کی وجہ سے فنا کے مقام تک پہنچ جاتا ہے تب اس تعلق شدید کی وجہ سے جو آپؐ کے ساتھ ہو جاتا ہے وہ الٰہی نور جو آنحضرتؐ پر اُترتا ہے اُس سے یہ شخص بھی حصہ لیتا ہے...... پھر اس نور سے قوت پا کر اعلیٰ درجہ کی نیکیاں اُس سے ظاہر ہوتی ہیں اور اس کے ہر عضو میں سے محبت الٰہی کا نور چمک اُٹھتا ہے۔

(ریویو آف ریلجنز جلد ا صفحہ ۵ صفحہ ۲۰۲)

سچی نجات کا ذریعہ رسول اکرمؐ ہی کی ذات ہے چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں ’’اب آسمان کے نیچے فقط ایک ہی نبی اور ایک ہی کتاب ہے۔ یعنی حضرت محمد مصطفیٰؐ جو اعلیٰ و افضل سب نبیوں سے اور اتم و اکمل سب رسولوں سے اور خاتم الانبیاء اور خیر الناس ہیں جن کی پیروی سے خدائے تعالیٰ ملتا ہے اور ظلماتی پردے اُٹھتے ہیں اور اسی جہان میں سچی نجات کے آثار نمایاں ہوتے ہیں اور قرآن شریف جو سچی اور کامل ہدایتوں اور تاثیروں پر مشتمل ہے جس کے ذریعہ سے حقانی علوم اور معارف حاصل ہوتے ہیں اور بشری آلودگیوں سے دل پاک ہوتا ہے اور انسان جہل اور غفلت اور شبہات کے حجابوں سے نجات پاکر حق الیقین کے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔

(براہین احمدیہ صفحہ ۳۳۵)

پھر رسول کریمؐ کی محبت میں فنا ہو کر آپ کمال درد سے فرماتے ہیں:

’’اس زمانہ میں جو کچھ دین اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی گئی اور جس قدر شریعت ربانی پر حملے ہوئے اور جس طور سے ارتداد اور الحاد کا دروازہ کھلا کیا اس کی نظیر کسی دوسرے زمانہ میں بھی مل سکتی ہے؟ کیا یہ سچ نہیں کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس ملک ہند میں ایک لاکھ کے قریب لوگوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔ اور چھ کروڑ اور کسی قدر زیادہ اسلام کے مخالف کتابیں تالیف ہوئیں اور بڑے بڑے شریف خاندان کے لوگ اپنے پاک مذہب کو کھو بیٹھے یہاں تک کہ وہ جو آل رسول کہلاتے تھے وہ عیسائیت کا جامہ پہن کر دشمن رسولؐ بن گئے اور اس قدر بدگوئی اور اہانت ودشنام دہی کی کتابیں نبی کریم ﷺ کے حق میں چھاپی گئیں اور شائع کی گئیں کہ جن کے سننے سے بدن پر لرزہ پڑتا ہے اور دل رو رو کر یہ گواہی دیتا ہے کہ اگر یہ لوگ ہمارے بچوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے قتل کرتے اور ہمارے جانی اور دلی عزیزوں کو جو دنیا کے عزیز ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے اور ہمیں بڑی ذلت سے جان سے مارتے اور ہمارے تمام اموال پر قبضہ کر لیتے تو واللہ ثم واللہ ہمیں رنج نہ ہوتا اور اس قدر کبھی دل نہ دُکھتا جو ان گالیوں اور اس توہین سے جو ہمارے رسول کریم کی کی گئی دُکھا‘‘۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۱۔۵۲)

قارئین کرام! یہ وہ چند نمونے ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں درج کئے گئے ہیں ورنہ آپؑ کی کتب تو عشق رسولؐ کے حسین ابواب سے بھری پڑی ہیں کیا اس عشق و محبت کی نظیر دنیا میں کہیں اور بھی ہے۔ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ گواہ ہے کہ اس قدر عشق و محبت رسول میں فنا اور ایسا کامل وفادار آج تک پیدا نہیں ہوا سوائے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اور عشق و محبت رسولؐ کی اسی جوت کو آپؑ نے اپنی جماعت میں بھی جگایا اور آپؑ کی پیاری جماعت بھی آنحضورؐ کی محبت میں ایسی ثابت قدم نکلی کہ تمام اگلے پچھلوں سے اس میدان میں آگے نکل گئی۔ آپؑ نے مخالفین احمدیت کی تمام مخالفتوں کو محض اس وجہ سے برداشت کر لیا کہ آخر یہ بھی تو مسلمان ہیں اور ہمارے نبیؐ کی محبت ہی کا دم بھرتے ہیں جیسا کہ آپؑ نے فرمایا:

اے دل تو نیز خاطر ایناں نگاہ دار
آخر کنند کہ دعویٰ حب پیمبرم

جماعت احمدیہ تو عشق رسولؐ کی اُن روایتوں اور مثالوں کو لیکر آگے بڑھ رہی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جاری کیں اور ان روایتوں کے قائم رکھنے کیلئے اپنی جانوں تک کے نذرانے پیش کرنے سے گریز نہیں کرتی اور آج کل کے یہ نام نہاد علماء جن روایتوں کو لیکر آگے چل رہے ہیں ان کو جاری رکھنے کیلئے یہ معصوم اور بے گناہ لوگوں پر عرصہ حیات تنگ کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ اور انہیں اسلام اور بانیٔ اسلام کا دشمن قرار دیکر تحفظ ختم نبوت کا جھوٹا پروپیگنڈہ کر کے اُن کے خلاف سادہ لوح مسلمانوں کے دلوں میں نفرت کے بیج بوتے ہیں۔ احمدی تو حضرت بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں اُس سچے نبی اللہ اور امام مہدی کو مان کر مصدقین کی جماعت میں شامل ہو گئے اور یہ معاندین احمدیت آپؑ کی تکذیب کر کے مکذبین کے زمرے میں شامل ہو گئے اور مسیح موعودؑ کی تکذیب کر کے دراصل یہ آنحضور ﷺ کی تکذیب کرنے والے بن گئے کیونکہ اُس نبی اللہ مسیح موعودؑ کی آمد کی خبر تو آنحضورؐ نے ہی دی تھی۔

قارئین آیئے ذرا اس بات کا بھی جائزہ لیں کہ جماعت احمدیہ کی مخالفت میں وقف مجلس احرار کن روایات اور اقدار کو لیکر آگے چل رہی ہے چنانچہ ہندسماچار 8.6.11 کی اشاعت میں مجلس احرار کے صدر جناب حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی صاحب نے کہا کہ ’’ہم سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی عظیم روایات کو لیکر چل رہے ہیں‘‘۔ (ہندسماچار 8.6.11 صفحہ ۵)

غور فرمایئے کہ یہ حضرات سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی روایات کو لیکر چل رہے ہیں نہ کہ بانی اسلام سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی روایات کو، اور وہ روایات کیا ہیں ذرا اس پر بھی نظر ڈالیں۔ چنانچہ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی نے ۲۰ مارچ ۱۹۳۴ء کو مسجد خیر الدین امرتسر میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

’’ہم نے ایک سال کیلئے عہد کر لیا ہے کہ نہ چماروں کو نہ ہندوؤں کو اور سکھوں کو نہ عیسائیوں کو تبلیغ کریں گے اور نہ ان کے پاس جائیں گے۔ صرف استیصال مرزائیت کریں گے...... ختم نبوت کی وجہ سے اس لئے ان کو کافر جانتا ہوں کہ اب تو خواہ رسول آئے خواہ کتا آئے دونوں برابر ہیں۔ ایک ہندو نے مجھ سے سوال کیا کہ جب نبوت کا دروازہ کھلا ہے تو مہاتما گاندھی نبی کیوں نہیں ہو سکتے۔ کیا انہوں نے نبیوں اور رسولوں والے خصائل اور اخلاق کا نمونہ نہیں دکھایا۔ میں نے اس ہندو کو کہا کہ واقعی تمہارا سوال درست اور وزنی ہے‘‘۔

قارئین کرام! غور فرمایئے کہ آنحضور ﷺ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ تبلیغ اسلام میں گزرا اور اسی راہ میں آپؐ نے اپنی جان دی اور جماعت احمدیہ بھی حضرت مسیح موعودؑ کی قیادت میں اپنے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے عظیم روحانی مشن کو لیکر آگے بڑھ رہی ہے اور ہر طرح کی قربانی اس راہ میں پیش کر رہی ہے۔ اور دنیا کے ہر ملک میں اسلام کا پرامن پیغام پہنچا رہی ہے۔ جس کے نتیجہ میں لاکھوں غیر مسلم مشرف باسلام ہوئے یہاں تک کہ مغربی ممالک میں بھی جہاں آج کل کے مسلمانوں کے جہادی عقیدہ کی وجہ سے اسلام کو ایک انتہا پسند مذہب کے طور پر جانا جاتا ہے، جماعت احمدیہ کے ذریعہ اسلام کی اصل اور خوبصورت تعلیم پھیلائی جا رہی ہے اور لوگ اسلام قبول کر رہے ہیں۔

لیکن مولوی صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ ہم ایک سال کیلئے تبلیغ اسلام نہیں کریں گے۔ اگرچہ انہوں نے ایک سال کا اعلان کیا لیکن اُن کے پیروکار آج بھی اُن کے اس اعلان پر دل و جان سے عمل پیرا ہیں اور اپنے آغاز سے لیکر اب تک جماعت احمدیہ کے استیصال کے لئے جی جان سے کوشاں ہیں۔ انہیں اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اسلام کی کیا حالت ہے۔ اور مسلمانوں کی عملی حالت میں کس قدر تنزل ہو چکا ہے اور اس اخلاقی تنزل کو کس طرح دور کیا جا سکتا ہے اس کی بجائے اگر فکر ہے تو صرف اس بات کی کہ احمدیہ مسلم جماعت کی مخالفت کس طرح کی جائے۔ کس طرح ان کو صفحہ ہستی سے نابود کیا جائے۔ آج ان نام نہاد علماء کا یہی تو نعرہ ہے کہ اے مسلمانو! تم جو جی میں آئے کرو۔ چوری کرو شراب پیو جوا کھیلو ڈاکہ ڈالو اور بے شک اسلام کا تم میں کچھ بھی باقی نہ رہے مگر خبردار! کہیں جماعت احمدیہ میں شامل نہ ہو جانا ورنہ تمہارا ایمان سلب ہو جائے گا اور رسول اکرمؐ کی محبت تم میں سے جاتی رہے گی۔ دراصل مسلمانوں کے اس روحانی تنزل کے یہی مخالف لوگ ذمہ دار ہیں۔ کیونکہ جب اخلاقی معیاروں کے حصول کی بجائے ساری قوت کسی کے استیصال اور مخالفت میں خرچ کی جائے گی تو اس کیلئے تمام اوچھے ہتھکنڈے استعمال کئے جائیں گے اور اخلاقی قدروں کے حصول کی بات بہت پیچھے رہ جائے گی۔

اس جگہ یہ مخالفین احمدیت یہ بھی غور کریں کہ ان کی دن رات کی لامتناہی تگ و دو اور فکریں اور کوششیں کیا احمدیہ مسلم جماعت کا کچھ بگاڑ سکیں؟ نہیں بلکہ اس کے نتیجہ میں دن دوگنی رات چوگنی ترقیات کی نئی سے نئی منازل طے کرتی چلی گئی اور کرتی چل جا رہی ہے۔ غور فرمایئے کہ کس طرح فرمان نبویؐ کو پس پشت ڈالتے

(باقی صفحہ 15 پر ملاحظہ فرمائیں)

بقیہ: اسلامی نماز کے پانچ اوقات کی فلاسفی از صفحہ 9

رات کا کھانا اور اگر آپ صبح کی چائے کو چھوڑ دیں تب Supper پانچویں نمبر پر آئے گا اور علی الصبح کی چائے نفل بن جائے گی۔ رات کے وقت انہیں بھوک لگ جائے تو اٹھ کر کچن میں فریج میں چیزیں ڈھونڈتے پھرتے ہیں مومن ایسے میں تہجد میں اللہ کے فضل ڈھونڈنے لگ جاتے ہیں اگر آپ نوافل ادا نہیں کر سکتے تو پانچ وقت کی نمازیں تو ضرور ادا کریں جو دنیا کی ہر امیر قوم کی عادات میں شامل ہے۔"

(ماہنامہ خالد جنوری 1984ء صفحہ 47-48)

یہ تمثیل بڑی ہی متاثر کن ہے اور غیروں کے سامنے عملاً اپنے گہرے اثرات دکھا چکی ہے۔ مولانا عبدالمجید سالک مدیر انقلاب اس سلسلہ میں حسب ذیل نہایت پاکیزہ لطیفہ سنایا کرتے تھے کہ

"ایک مسلمان مبلغ جب پہلے پہل یورپ گیا اور اس نے انگلستان میں تبلیغ اسلام شروع کی تو ایک دن کا واقعہ ہے کہ ایک انگریز عورت اس کے پاس آئی دوران گفتگو میں اس نے کہا کہ اسلام میں اور سب باتیں تو ٹھیک ہیں اور نیکی کے راستے پر راہنمائی کرتی ہیں لیکن یہ پانچ دفعہ نماز پڑھنا بے حد مشکل ہے اور میرے نزدیک غیر ضروری بھی ہے۔ مبلغ اسلام نے جواب میں کہا کہ معزز خاتون آپ دن رات میں کتنی دفعہ کھانا کھاتی ہیں۔ اس نے جواب دیا یہی کوئی پانچ دفعہ۔ علی الصبح "بیڈ ٹی" پھر ناشتہ۔ ایک بجے کے قریب لنچ۔ تیسرے پہر چائے۔ پھر رات کو ڈنر، مبلغ اسلام نے کہا کہ جس طرح جسم کو دن رات میں پانچ دفعہ غذا چاہئے ہے اسی طرح روح کو بھی غذا مطلوب ہے۔ آپ لوگ جسم کی ضرورت کی طرف تو پوری توجہ کرتے ہیں لیکن روح کو اس کی غذا نہیں دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ لوگ روح کے مریض اور کمزور ہیں۔ آپ کو کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ دن میں پانچ دفعہ کھانا کھانا کس قدر تضیع اوقات ہے۔ انگریز خاتون اس دلیل سے بے حد متاثر ہوئی۔ پھر مبلغ اسلام نے کہا کہ آپ نے دیکھا روح کے لئے صبح کی چائے میں صرف دو سنتیں اور دو فرض ہوتے ہیں یعنی ناشتہ کی طرح مختصر۔ پھر بعد دوپہر لنچ ہوتا ہے جس میں بارہ رکعتیں ہیں۔ تیسرے پہر کی چائے میں پھر وہی چار رکعتیں۔ پھر شام کے وقت مختصر سا ناشتہ سات رکعتوں کا۔ اس کے بعد رات کو روح کا ڈنر ہوتا ہے یعنی عشاء کی نماز میں سترہ رکعتیں ادا کرنی پڑتی ہیں۔ سنا ہے کہ محض اس دلیل سے متاثر ہو کر وہ خاتون مسلمان ہوگئی۔"

("اسلام اور مسلمان" صفحہ 25، 26 از مولانا عبدالمجید سالک نومبر 1950ء بحوالہ روزنامہ الفضل 27 اگست 1984ء ص 3)

چھٹی حکمت

پانچ اوقات نماز دن اور رات میں انسان پر ہونے والے افضال الٰہی کے لئے حمد و شکر کی علامت کے طور پر مقرر کئے گئے ہیں باقی اوقات میں عام طور پر اور ان اوقات میں خاص طور پر حمد باری تعالیٰ کی طرف انسان کو متوجہ کیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل طرابلس کے ادیب حسین بن محمد مصطفےٰ الجر کے قلم سے ملاحظہ ہو:۔

"چونکہ انسان جب سو کر جاگتا ہے تو گویا وہ مر کر زندہ ہوتا ہے کیونکہ سونا بھی اس اعتبار سے کہ آدمی کے حواس احساس کرنے کے معطل رہتے ہیں مرنے ہی کی مثل ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ خدا نے اس کو اس حالت سے جو موت کے مشابہ ہے اٹھا کر کھڑا کیا اور اپنے کاروبار میں ہاتھ پیر اور دماغی قوت سے کام لینے کی وجہ سے جو کچھ اس کی قوتوں میں ضعف ہو چلا تھا اس نیند سے اس کی تلافی کر دی۔ کہاں تو وہ بالکل تھکا ماندہ سویا تھا اور اٹھنے کے وقت اس کا سارا کسل دور ہو گیا۔ طبیعت خوش اور بشاش ہوگئی علاوہ اس کے خدا نے اس کو سونے کی حالت میں تمام موذی چیزوں سے بھی محفوظ رکھا اور اس کا کھانا بخوبی ہضم کر کے اس کو ایسی عجیب وغریب صورت سے جس کے سمجھنے میں عقل چکر میں آجاتی ہے جزو بدن بنا دیا اور اس کو اس کا پتہ بھی نہ لگا کہ فعل انہضام نے کیونکر انجام پایا اور اس سے اس کو کیا فائدے پہنچے اور کون کون سی مضر چیزیں دفع ہوئیں۔ اس کی غایت درجہ کی کوشش یہ تھی کہ اس نے کھانا نگل کر معدہ میں پہنچا لیا تھا اور اس طرح سے اس نے کھانے کی لذت حاصل کر لی تھی۔ اس کے بعد ہضم وغیرہ کا خیال بھی اس کے دل میں نہ گزرا تھا۔ صرف ان فوائد پر کیا موقوف ہے نیند سے اور بھی بہتیرے فائدے حاصل ہوتے ہیں اور خدا کی کتنی ہی بے شمار نعمتیں پائی جاتی ہیں کہ جو سب تحریر و تقریر میں آ ہی نہیں سکتیں اس لئے اس کے ذمہ یہ بات ضروری ہوگئی کہ بیدار ہونے کے ساتھ ہی خدا کا شکر ادا کرنے کی غرض سے نماز پڑھے چنانچہ وہ اسی وجہ سے صبح کی نماز ادا کرتا ہے پھر جب آدھا دن گزر جاتا ہے اور خدا کے اس پر بڑے بڑے احسانات ہو لیتے ہیں مثلاً یہ کہ خدا زمین کو تا کہ اسے اپنی معاش کی راہیں صاف نظر آنے لگیں روشن کر دیتا ہے اس کے حواس کو تقویت پہنچا دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ نافع اور مضر چیزوں میں تمیز کر لیتا ہے اس پر کسب معاش کے ذریعے آسان ہو جاتے ہیں اس کو غذا مل چکتی ہے۔ کوئی کہاں تک بیان کرے اس کے علاوہ بھی بے انتہا احسانات خدا کی جانب سے اس پر ہو لیتے ہیں اس وقت بھی اس کے ذمہ خدا کا شکر کرنا لازمی امر ہو جاتا ہے پس وہ ظہر کی نماز ادا کرتا ہے پھر جب دیکھتا ہے کہ دن چلنے لگا اور ختم ہونے کے قریب آ گیا اور اس عرصہ میں خدا کے بڑے بڑے احسانات اس پر ہو چکے اور اس نے اپنے کاموں سے فارغ ہو کر اپنے مکان کی طرف لوٹنے کا ارادہ کیا تو اس وقت بھی اس پر اس خدمت کی بجا آوری واجب ہو جاتی ہے اور پھر وہ عصر کی نماز ادا کرتا ہے۔ اس کے بعد جب دیکھتا ہے کہ دن ختم ہو گیا اور رات آ پہنچی جس میں کہ اسے راحت نصیب ہوگی اور یہ بات نہ ہوئی کہ ہمیشہ دن ہی رہتا جس میں اسے راحت و آرام کرنے کا موقع ہی نہ ملا تھا بلکہ وہ بخیر وخوبی ختم ہو گیا تو اس پر اس وقت بھی یہ امر ضروری ہو جاتا ہے کہ خدا کی عبادت کی طرف پھر متوجہ ہو جائے جو کہ اس کے لئے عین سعادت کا باعث ہے پس وہ نماز مغرب ادا کرتا ہے پھر جب چاروں طرف تاریکی چھا جاتی ہے اور سونے کا وقت آ پہنچتا ہے اور وہ خیال کرتا ہے کہ جو نعمتیں صبح سے لے کر اب تک اس پر ہوتی رہیں ان کا شکر ادا نہ کر سکا اور جو کچھ عبادت اس نے کی بھی اس سے سو حصوں میں سے ایک حصہ بھی شکر ادا کا ادا نہیں ہوا اور دیکھتا ہے کہ خدا کا اس وقت کو پیدا کرنا بھی کہ جس میں بہت اچھی طرح سے آرام کیا جا سکتا ہے اس کی بے شمار نعمتوں سے ایک بہت ہی بڑی نعمت ہے اور پھر وہ بھی اس حالت میں جبکہ اسے کسی کا خوف نہ ہو اور اپنے مکان میں نہایت ہی نرم بچھونے پر اسے آرام کرنا نصیب ہو پس وہ عشاء کی نماز ادا کرنے لگتا ہے تا کہ خدا کا جو کچھ شکر ادا ہو سکے اتنا ہی ادا کر دے پورے طور پر سے شکر ادا کر کے سبکدوش ہو جانا تو ساری عمر صرف کرنے پر بھی ممکن نہیں ہے چاہے وہ ہزار عبادت کرے رات و دن بلکہ ہر لحظہ عبادت ہی میں مصروف رہے لیکن اس کی عظمت و بے شمار نعمتوں کے مقابلہ میں ہمیشہ عاجز اور قاصر ہی سمجھا جائے گا۔"

(الرسالۃ الحمیدیہ۔ ترجمہ سید محمد اسحاق علی ص 69 تا 71)

(بحوالہ روزنامہ الفضل 27 اگست 1984ء ص 3)

ساتویں حکمت

اوقات نماز کے سلسلہ میں یہ مطالعہ بہت دلچسپ ہے کہ سورج جوں جوں زوال پذیر ہوتا ہے نمازوں کا درمیانی وقفہ کم ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"نماز کے اوقات میں انسانی زندگی کے مختلف حصوں کی طرف لطیف اشارہ رکھا گیا ہے اور اسی لئے دن کے آخری حصہ میں جب رات کی تاریکی قریب آ رہی ہوتی ہے نمازوں کے درمیانی وقفہ کو کم کر دیا گیا ہے تا کہ اس بات کی طرف اشارہ کیا جائے کہ عالم آخرت کی تیاری کی عمر کی زیادتی کے ساتھ تیز سے تیز تر ہوتی چلی جانی چاہئے۔"

(چالیس جواہر پارے ص 21)

ان تمام حکمتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد خود اپنی شان دکھاتا ہے کہ جب ایک دفعہ آپؐ سے پوچھا گیا کہ سب سے افضل عمل کونسا ہے تو آپؐ نے فرمایا:

الصلوٰۃ علی وقتھا (صحیح بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب فضل الصلوٰۃ لوقتھا نمبر 5 حدیث نمبر 496) نماز اپنے وقت پر ادا کرنا۔

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ اسی لئے فرماتے ہیں:۔

"میں طبعاً اور فطرۃً اس کو پسند کرتا ہوں کہ نماز اپنے وقت پر ادا کی جائے اور نماز موقوتہ کے مسئلہ کو بہت ہی عزیز رکھتا ہوں بلکہ سخت مطر میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ نماز اپنے وقت پر ادا کی جاوے۔"

(ملفوظات جلد 2 ص 45)

حضرت مسیح موعود اوقات نماز کی حکمت اور فلاسفی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"پنجگانہ نمازیں کیا چیز ہیں وہ تمہارے مختلف حالات کا فوٹو ہے۔ تمہاری زندگی کے لازم حال پانچ تغیر ہیں جو بلا کے وقت تم پر وارد ہوتے ہیں اور تمہاری فطرت کے لئے ان کا وارد ہونا ضروری ہے...... خدا نے تمہارے فطرتی تغیرات میں پانچ حالتیں دیکھ کر پانچ نمازیں تمہارے لئے مقرر کیں۔ اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ یہ نمازیں خاص تمہارے نفس کے فائدہ کے لئے ہیں۔ پس اگر تم چاہتے ہو کہ ان بلاؤں سے بچتے رہو تو پنجگانہ نمازوں کو ترک نہ کرو کیونکہ وہ تمہارے اندرونی اور روحانی تغیرات کا ظل ہیں۔ نماز میں آنے والی بلاؤں کا علاج ہے۔ تم نہیں جانتے کہ نیا دن چڑھنے والا کس قسم کی قضا و قدر تمہارے لئے لائے گا۔ پس قبل اس کے جو دن چڑھے تم اپنے مولیٰ کی جناب میں تضرع کرو کہ تمہارے لئے خیر و برکت کا دن چڑھے۔"

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 69، 70)

شریف جیولرز ربوہ
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
پروپرائیٹر حنیف احمد کامران۔ حاجی شریف احمد ربوہ
00-92-476214750 فون ریلوے روڈ
00-92-476212515 فون اقصیٰ روڈ ربوہ پاکستان

JMB RICE MILL (Pvt) Ltd.
Love For All, Hatred For None
AT. TISALPUR. P.O RAHANJA
DIST. BHADRAK, PIN-756111
STD: 06784, Ph: 230088
TIN : 21471503143
JMB

تحریک جدید اور رمضان المبارک

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے تحریک جدید اور ماہ رمضان المبارک کی چار اہم مناسبتوں یعنی سادہ زندگی مشقت کی عادت استقلال اور دُعا پر بصیرت افروز پیرائے میں روشنی ڈالنے کے بعد فرمایا:۔

’’......اگر تم رمضان سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو تحریک جدید پر عمل کرو اور اگر تحریک جدید کو فائدہ پہنچانا چاہتے ہو تو روزوں سے صحیح فائدہ اٹھاؤ۔تحریک جدید یہی ہے کہ سادہ زندگی بسر کرو اور محنت اور مشقت اور قربانی کا اپنے آپ کو عادی بناؤ۔یہی سبق رمضان تمہیں سکھانے کیلئے آتا ہے۔پس جس غرض کیلئے رمضان آیا ہے اس غرض کے حاصل کرنے کیلئے جدوجہد کرو...... ہر شخص کو کوشش کرنی چاہئے کے اس کا رمضان تحریک جدید والا ہو اور تحریک جدید رمضان والی ہو۔رمضان ہمارے نفس کو مارنے والا ہو اور تحریک جدید ہماری روح کو تازگی بخشنے والی ہو۔پس جب میں نے کہا کہ رمضان سے فائدہ اٹھاؤ تو دراصل میں نے تمہیں سمجھایا ہے کہ تم تحریک جدید کے اغراض و مقاصد کو رمضان کی روشنی میں سمجھو۔اور جب میں نے کہا ہے کہ تحریک جدید کی طرف توجہ کرو تو دوسرے لفظوں میں میں نے تمہیں یہ کہا ہے کہ تم ہر حالت میں رمضان کی کیفیت اپنے اُوپر وارد رکھو اور صحیح قربانی اور مسلسل قربانی کی اپنے اندر عادت ڈالو۔جو رمضان بغیر سچی قربانی کے گزر جاتا ہے وہ رمضان نہیں اور جو تحریک جدید بغیر روح کی تازگی کے گزر جاتی ہے وہ تحریک جدید نہیں‘‘۔(خطبہ جمعہ فرمودہ ۴ نومبر ۱۹۳۸ء)

اسی تسلسل میں حضور رضی اللہ عنہ نے ۱۱ نومبر ۱۹۳۸ء کو ارشاد فرمودہ خطبہ جمعہ کے آخر میں جماعت کو چندہ دہندگان تحریک جدید کے لئے بطور خاص دعاؤں کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:۔

’’رمضان کا جو آخری عشرہ آنے والا ہے اس کو تحریک جدید کے متعلق سابق قربانیوں کیلئے شکریہ اور آئندہ کے لئے طاقت کے حصول کیلئے خرچ کرو۔جن کو گزشتہ سالوں میں قربانی کی توفیق ملی ہے وہ اس کیلئے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کریں۔اور ہر ایک دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ سے ہر قربانی کرنے والے کیلئے دعا کرے کہ اس نے شوکت دین اور مضبوطی سلسلہ کے لئے جو قربانی کی ہے اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اس پر اپنے فضل اور رحمتیں نازل کرے۔اور اس کیلئے اپنی محبت اور برکات کا نزول فرمائے۔اسی محبت اور اخلاص کے مطابق جس کے ساتھ اس نے خدا کی راہ میں قربانی کی تھی۔آمین‘‘(الفضل ۱۵ نومبر ۱۹۳۸ء صفحہ نمبر ۴)

روزنامہ الفضل قادیان مجریہ ۲۹ نومبر ۱۹۳۸ء میں شائع شدہ اعلان کے مطابق مخلصین جماعت کا شروع سے یہ تعامل رہا ہے کہ وہ ہر سال ماہ رمضان کے وسط تک اپنے وعدہ جات چندہ تحریک جدید کی صدفی صد ادائیگی کر کے اللہ تعالیٰ کے افضال و برکات کو جذب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔پس اب جب کہ ہم اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے ایک بار پھر بے شمار آسمانی رحمتوں اور برکتوں کے حامل اس ماہ مقدس میں قدم رکھنے والے ہیں جملہ مجاہدین تحریک جدید سے درخواست ہے کہ وہ اپنی شاندار جماعتی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے ابھی سے اپنی کمر ہمت کس لیں اور ۱۵ رمضان المبارک یعنی مورخہ ۱۶ اگست تک اپنے واجبات کی مکمل ادائیگی کر کے حضور انور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی مقبول دعاؤں سے وافر حصہ پانے کی سعادت حاصل کریں۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

جملہ امراء و صدران جماعت اور سرکل انچارج صاحبان سے بھی گزارش کی جاتی ہے کہ براہ مہربانی اپنی اپنی جماعتوں کے صدفی صد ادائیگی کنندگان کی فہرستیں ۱۶ اگست سے پہلے پہلے بذریعہ ڈاک اور ۲۳ اگست تک بذریعہ فیکس وکالت مال تحریک جدید قادیان کو بھجوانے کی زحمت فرمائیں۔تا تمام جماعتوں کی یکجائی فہرست ۲۹ رمضان کی اجتماعی دُعا کیلئے سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کی جا سکے۔جزاکم اللہ تعالیٰ خیراً

(وکیل المال تحریک جدید قادیان)

بقیہ صفحہ 2

’’پس اے مسیح محمدی کے غلامو! آپ کے درخت وجود کی سر سبز شاخو! اے وہ لوگو جن کو اللہ تعالیٰ نے رشد و ہدایت کے راستے دکھائے ہیں۔اے وہ لوگو! جو اس وقت دنیا کے کئی ممالک میں قوم کے ظلم کی وجہ سے مظلومیت کے دن گزار رہے ہو۔اور مظلوم کی دعائیں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں بہت سنتا ہوں، تمہیں خدا تعالیٰ نے موقع دیا ہے کہ اس رمضان کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص ہوتے ہوئے اور ان تمام باتوں کا حوالہ دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعاؤں میں گزار دو۔

یہ رمضان جو خلافت احمدیہ کی دوسری صدی کا پہلا رمضان ہے، خدا تعالیٰ کے حضور اپنے سجدوں اور دعاؤں سے نئے راستے متعین کرنے والا رمضان بنا دو۔اپنی زندگیوں میں پاک تبدیلیاں پیدا کرنے والا رمضان بنا دو۔اپنی آنکھ کے پانی سے وہ طغیانیاں پیدا کر دو جو دشمن کو اپنے تمام حربوں سمیت خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائیں۔اپنی دعاؤں میں وہ ارتعاش پیدا کرو جو خدا تعالیٰ کی محبت کو جذب کرتی چلی جائے کیونکہ مسیح محمدی کی کامیابی کا راز صرف اور صرف دعاؤں میں ہے۔‘‘(بحوالہ: خطبہ جمعہ فرمودہ ۵ ستمبر مطبوعہ بدر ۶ نومبر ۲۰۰۸ صفحہ ۵)

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان المبارک کا شایان شان استقبال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔اور آنے والے رمضان میں ہم زیادہ سے زیادہ برکات حاصل کرنے والے ہوں (آمین) **(شیخ مجاہد احمد شاستری)**

بقیہ: حقیقی عاشق رسول کون ہے؟ از صفحہ 13

ہوئے کہتے ہیں کہ اب چاہے نبی آئے چاہے کُتا دونوں برابر ہیں۔انہیں رسول کریم ﷺ کے اس مقدس فرمان کا کچھ بھی پاس نہیں جس میں آپؐ نے فرمایا تھا کہ آخری زمانہ میں وہ امام مہدی آئے گا کہ جس کے اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں ہوگا۔تعجب ہے یہ گاندھی جی کو تو نبی تسلیم کرنے کیلئے تیار ہیں لیکن اُس کو نبی تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں جسے رسول کرمؐ نے نبی اللہ قرار دیا۔انہیں گاندھی جی میں تو نبیوں اور رسولوں کے خصائل نظر آتے ہیں اور مداھنہ کرتے ہوئے محض دنیاوی فوائد کے حصول کیلئے ایک ہندو کی ہاں میں ہاں ملا بیٹھے۔لیکن اس امام مہدی میں نبیوں والے خصائل نظر نہیں آتے جسے اللہ اور اس کے رسول نے نبی اللہ قرار دیا۔انہیں ایک ہندو کی بات درست اور وزنی معلوم ہوتی ہے لیکن مخبر صادق فخر دو جہاں آقائے نامدار محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰؐ کی بات درست اور وزنی معلوم نہیں ہوتی جن کے متعلق خدا نے فرمایا ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ کہ یہ نبی اپنی مرضی سے کچھ نہیں کہتا یہ تو جو بھی کہتا ہے اس کی بنیاد وحی پر ہوتی ہے۔

اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ آنحضورؐ نے مسیح موعود و امام مہدی کو قبول کرنے کے نتیجہ میں مسلمانوں کو باہمی اتحاد کی بنا پر بے انتہاء ترقیات کی بشارات دی تھیں اور فرمایا تھا کہ امام مہدی اور مسیح موعودؑ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اسلام کو اس کی کھوئی ہوئی عظمت واپس عطا کرے گا۔اور اس کے ذریعہ اسلام کو ادیان باطلہ پر غالب کرے گا لیکن آج کل کے یہ علماء یہ اعلان کر کے کہ اب کوئی نبی ظلی یا بروزی نہیں آئے گا اور اگر وہ آیا تو اس کے آنے سے مسلمان کمزور ہو جائیں گے صاف طور پر آنحضورؐ کی تکذیب کر رہے ہیں۔یہ لوگ اس زمانے کے سچے امام مہدی کی مخالفت میں اندھے ہو گئے ہیں کہ آنحضورؐ کے واضح فرمودات کو پس پشت ڈال رہے ہیں۔

قارئین کرام یہ ہے ان نام نہاد علماء کی اسلام اور بانی اسلام سے محبت اور اس کے مقابل پر آپؑ نے بانی جماعت احمدیہ کا عشق رسول بھی ملاحظہ فرما لیا۔اللہ تعالیٰ ہمارے مسلمان بھائیوں کو ان مخالف اسلام و احمدیت علماء کے اسلام دشمن عزائم سے آگاہ کرے اور حقیقی نبی اللہ امام مہدی و مسیح موعودؑ کو پہچاننے کی توفیق دے۔کیونکہ یہ عام مسلمان تو محض اور محض آنحضور ﷺ سے سچی محبت کی وجہ سے جماعت احمدیہ کی مخالفت میں ان کے پیچھے لگے ہوئے ہیں یہ جس طرح ان کو بہکاتے ہیں بہک جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی آنکھیں کھولے اور یہ امام مہدی کو مان کر اپنی دنیا و عاقبت سنوارنے والے ہوں۔آمین

☆☆......☆☆

ملکی رپورٹیں

ماہ مارچ میں درج ذیل جماعتوں میں جلسہ ہائے یوم مسیح موعود منعقد کئے گئے۔

چندرپور (یوپی) غازی پور سرکل بنارس، خانپور ملکی، سرکل تھلگ، کانپور یوپی۔شولاپور، راجوری، رشی نگر، تیماپور

کرناٹک: ۳۰ مارچ کو محترم امیر صاحب اور خاکسار کو ولسن گارڈن پولیس اسٹیشن میں پیس کانفرنس میں شرکت میں دعوت دی گئی۔اس میٹنگ میں پولیس افسران کے علاوہ تین جج صاحبان بھی حاضر تھے۔اس موقعہ پر جج صاحبان کو جماعت احمدیہ کی کتب اور قرآن مجید دیا گیا۔اللہ تعالیٰ اس کے بہترین نتائج ظاہر فرمائے۔

(محمد کلیم خان، مبلغ انچارج بنگلور)

چھتیس گڑھ: مورخہ 18.4.11 کو شہر رائے پور میں اخبار ’’نو بھارت‘‘ اور اخبار ہری بھومی کے ایڈیٹران سے ملاقات ہوئی اور انہیں کتب دی گئیں اور جماعت کا تعارف کرایا۔ (مبلغ انچارج چھتیس گڑھ)

بلاری (کرناٹک) مورخہ 16.4.11 کو مجلس انصار اللہ کی جانب سے ہفتہ تربیت منایا گیا جس میں نماز تہجد باجماعت کے علاوہ ساتوں دن تربیت کے موضوعات پر تقاریر ہوئیں۔اللہ تعالیٰ ہماری حقیر مساعی میں برکت ڈالے۔

(حاجی فیروز پاشا۔زعیم مجلس انصار اللہ بلاری)

خانپور ملکی: مورخہ 17.4.11 کو ہفتہ قرآن منعقد کیا گیا جس میں قرآن کریم کے موضوع پر علماء کرام نے تقاریر کے ذریعہ روشنی ڈالی۔

رشی نگر: مورخہ 30.4.11 کو جماعت احمدیہ رشی نگر میں زیر اہتمام مجلس خدام الاحمدیہ، پلوامہ و شوپیان زون میں ایک میڈیکل کیمپ کا انعقاد ہوا جس میں 14 سپیشلسٹ ڈاکٹر صاحبان تشریف لائے اور پانچ صد سے زائد مریضوں کا فری چیک اپ اور ادویات دی گئیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کیمپ کے بہتر نتائج برآمد ہوں۔ (سفیر احمد بھٹی)

تیماپور: مورخہ 29 مئی 2011 کو مسجد حسن میں جلسہ یوم خلافت منعقد ہوا جس میں نظم اور تلاوت کے علاوہ خلافت کے موضوع پر دو تقاریر ہوئیں۔اس موقع پر اجتماع میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے والے خدام و اطفال میں انعامات تقسیم کئے گئے۔مکرم مولوی نور الحق خان صاحب کے صدارتی خطاب اور دعا کے ساتھ جلسہ برخاست ہوا۔

(مولوی نور الحق خان مبلغ سلسلہ تیماپور)

ہماچل پردیش میں مورخہ 15 تا 18 اپریل: مندرجہ ذیل جماعتوں میں جلسہ ہائے سیرۃ النبی ﷺ منعقد کئے گئے۔جماعت احمدیہ ڈنگوہ، چبوترہ، بالوگلوب، باتھو، ڈنگوہ، باتھو، شاہ تلائی، کھیڑا، ٹھٹھل، بنی وال، بالوگلو۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری ان حقیر مساعی میں برکت ڈالے۔آمین۔

پونچھ: مورخہ 29.4.11 کو ایک تربیتی اجلاس منعقد ہوا جس میں سیرۃ النبیؐ اور تربیتی موضوعات پر تقاریر ہوئیں۔جلسہ کی حاضری پچاس سے زائد تھی۔ (غلام احمد اسماعیل مبلغ پونچھ)

EDITOR
MUNEER AHMAD KHADIM
Tel. : (0091)1872-220757
(Mob.): " 9876376441
(Mob.): " 9915379255
badrqadian@rediffmail.com

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADR Qadian
Qadian - 143516 Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA

Vol. 60 Thursday 21 July 2011 Issue No. 29

SUBSCRIPTION
ANNUAL : Rs. 350/-
By Air : 35 Pounds Or 60 U.S. $
: 40 Euro
:65 Canadian Dollar

جماعت احمدیہ عالمگیر پر خدا تعالیٰ کے بیشمار افضال و برکات

حضرت مسیح موعودؑ کے الہام ینصرک رجال نوحی الیھم من السمآء کے ایمان افروز واقعات کا تذکرہ

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت امیر المؤمنین مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 8 جولائی 2011 بمقام جرمنی۔

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ گزشتہ دنوں جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ میں جلسہ سالانہ جرمنی میں شمولیت کیلئے گیا ہوا تھا۔ اس کے بارے میں گزشتہ خطبے میں بیان کر چکا ہوں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو دیکھا اور محسوس کیا۔ جماعت کے تعارف کے نئے راستے کھلے۔ جرمنی والوں کو اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرنی چاہئے ۔ جرمنی کے علاوہ جاتے ہوئے بیلجیم اور واپسی میں ہالینڈ میں مختصر قیام تھا۔ لیکن یہاں پر بھی اللہ کے فضلوں کے نظارے نظر آئے ۔ بیلجیم میں شام کو نومبائع اور جماعت کے قریب لوگوں کے ساتھ ملاقات تھی جس میں ساٹھ ستر احباب وخواتین شامل تھے ۔ اس مجلس کے دوران بعض قریب آئے ہوئے لوگوں کو بیعت کی توفیق عطا ہوئی۔ حضور انور نے فرمایا میں اس مجلس میں بتا رہا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ جو آخرین میں مبعوث ہوئے ہیں وہ اس کام کو آگے بڑھانے کیلئے آئے ہیں جو آپؑ کے آقا سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا تھا اور آپؐ نے ایک بڑا انقلاب یہ فرمایا کہ جاہلوں کو حقیقی انسانی قدروں کی پہچان کرائی۔ وہ باخدا انسان بن گئے اور اپنے مقصد پیدائش کو پہچاننے لگے اور یہی چیز حضرت مسیح موعودؑ پیدا کرنے کیلئے آئے ہیں تو اس وقت ایک شخص جو پہلے احمدی لگ رہا تھا بعد میں پتہ چلا کہ بیعت نہیں کی ، میری بات ختم ہونے پر اجازت لیکر کھڑا ہوا اور جذباتی انداز میں کہنے لگا کہ آج آپ کی باتیں سن کر میں بھی اپنی اصلاح کروں گا اور حضرت مسیح موعودؑ کا معاون بن کر اسلام کی حقیقی تعلیم کو پھیلاؤں گا ۔ آج میں احمدیت میں شامل ہونے کا اعلان کرتا ہوں۔ پس میری بیعت لیں اور مجھے حضرت مسیح موعودؑ کے سلطان نصیر میں شامل کرلیں۔ بہرحال ان سب بیعت کرنے والوں کی جذباتی کیفیت تھی اور ایک عزم تھا کہ جو کچھ بھی دنیا و آخرت سنوارنے کیلئے ضروری ہے وہ ہم کریں گے ۔ اور جو ہم نے حاصل کیا ہے اُسے آگے پہنچائیں گے فرمایا جو نئے آنے والے ہیں ان میں تبلیغ کا بڑا شوق ہے۔ سب سے پہلے اپنے خاندان میں تبلیغ کرتے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا ہالینڈ کا جلسہ بھی آج سے شروع ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ اُن کے جلسے میں شاملین کو برکتوں کا وارث بنائے ۔ ہر لحاظ سے جلسہ بابرکت ہو اور یہ لوگ پہلے سے بڑھ کر تبلیغی میدان میں ترقی کرنے والے ہوں۔ وہاں اکثر اسلام کے خلاف آواز اُٹھتی رہتی ہے ۔ اس لئے وہاں زیادہ محنت اور دُعا کی ضرورت ہے ۔ ذیلی تنظیموں اور جماعت کو خصوصی پروگرام بنا کر اسلام کی جامع تعلیم پہنچانی چاہیے۔ ہمارا فرض ہے کہ جلد از جلد لوگوں کو حقیقی اسلام کی طرف لائیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہر طرف ہو رہا ہے اور اس کے فضلوں کے نظارے نظر آرہے ہیں اور یہ انقلاب لمحوں میں ان نومبائعین میں نظر آتا ہے ۔ پس ایک خاص فضل حضرت مسیح موعودؑ کی تائید و نصرت کا نظر آتا ہے اور ہر طرف حضرت مسیح موعودؑ کے الہام ینصرک رجال نوحی الیھم من السمآء کے نظارے نظر آتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر کو خدا تعالیٰ نے حق کی تلاش کا جوش دیا ہے ۔ پھر جماعت سے رابطہ ہوا۔ اب مولوی چاہے جتنا زور لگالیں جن دلوں کو اللہ تعالیٰ پاک کرکے جماعت کی طرف مائل کررہا ہے وہ ان کے دنیاوی خوفوں سے پھر کر صداقت چھوڑنے والے اور ایمان میں کمزوری والے نہیں ہوسکتے۔ گزشتہ دنوں کیمرون کی رپورٹ دیکھ رہا تھا کہ کیمرون کے انگریزی بولنے والے علاقوں کے علاوہ فرنچ علاقوں میں بھی جماعت ترقی کررہی ہے جس کی وجہ سے مولویوں کی حسد کی آگ بڑھ رہی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرما رہا ہے۔ پس افریقہ والے جو دنیاوی تعلیم سے زیادہ آراستہ نہیں ہیں ان کے دل ایمان کے نور سے بھرے ہوئے ہیں وہ ان نام نہاد مولویوں کے چنگل میں آنے والے نہیں ہیں۔

حضور انور نے خدا تعالیٰ کی تائید و رہنمائی کے واقعات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ کرگستان کے ایک نومبائع کا ذکر ہے کہ ان کے مولوی نے اُنہیں ایک دُعا سکھائی تھی یعنی اے اللہ اپنے فضل سے مجھے سیدھی راہ دکھا۔ ایک رات انہوں نے یہ دُعا خوب کی چند دن کے بعد خواب دیکھی کہ میں ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ کی چوٹی پر جا رہا ہوں آگے سے دو بندر آرہے ہیں اور مجھ سے چمٹنا چاہتے ہیں ایک شخص نے بندر سے مجھ کو الگ کیا اور میری جان بچائی اس کے چند دن بعد میرا جماعت سے رابطہ ہوا اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتب پڑھ کر بیعت کرلی۔ بعد میں اپنے خواب کی حقیقت مجھ پر یہ کھلی کہ اس دور میں بمطابق حدیث علماء بندر ہیں اور اُن سے جماعت نے مجھے نجات دی۔

انڈونیشیاء کے ایک دوست نے بتایا کہ میں بیمار تھا ہوش میں آنے پر میں نے کشفاً ایک جیپ کی چھت چمکتی ہوئی دیکھی جس پر کلمہ اشھد ان لا الہ الا اللہ چمکتا ہوا دیکھا۔ نیز یہ لکھا ہوا دیکھا کہ اسلام سے قبل نہیں مرنا۔ اس پر وہ کہتے ہیں کہ میں حیران تھا کہ میں مسلمان ہوں پھر مجھے یہ جملہ کیوں دکھایا گیا۔ صحت یاب ہونے پر بہت سی کتب پڑھیں جن میں ناجی فرقہ کی خبر پڑھی۔ کئی عالموں اور مولویوں سے اہل سنت والجماعت کی تلاش کی ۱۹۹۸ء میں فوج سے ریٹائر ہوا اور جماعت احمدیہ میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔

امیر صاحب گیمبیا نے لکھا کہ ایک گاؤں سرائے محمود میں ایک مسجد میں احمدی و غیر احمدی ایک ساتھ نماز پڑھتے تھے ۔ سرائے محمود سے غیر احمدیوں نے قریب میں دوسری مسجد تعمیر کی۔ ایک شخص نے وہاں جمعہ ادا کرنے کا ارادہ کیا۔ رات خواب میں دیکھا کہ جس مسجد کو چھوڑ کر جا رہا ہے وہ مسجد خدا تعالیٰ کے نزدیک زیادہ مقبول ہے۔ جاگنے کے بعد وہ احمدیہ مسجد گئے اور وہاں نماز جمعہ ادا کی اور بیعت کی۔

زمبابوے کے ایک مبلغ نے لکھا کہ مسلم یوتھ کے ایک شخص نے بیعت کی۔ وہ کہتے ہیں کہ جماعت میں داخل ہونے سے پہلے میں عیسائی ہو رہا تھا۔ جس دن پادری نے مجھے بپتسمہ دینا تھا پادری بیمار ہوگیا۔ اگلی تاریخ میں پادری کی والدہ بیمار ہوئیں۔ پھر تیسری بار انتہاء کی بارش ہوئی جس کی وجہ سے پروگرام ملتوی ہوگیا۔ رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میرا سارا جسم دلدل میں ہے اور مجھے ایک شخص نے باہر نکالا۔ جب انہیں حضرت مسیح موعودؑ کی تصویر دکھائی گئی تو انہوں نے اقرار کیا کہ یہی وہ شخص ہے جس نے مجھے دلدل سے نکالا تھا۔

خطبے کے آخر میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے سچائی کو دلوں میں ڈالنے کے واقعات تو بے شمار ہیں سب کو سمیٹنا ممکن نہیں۔ انشاء اللہ جلسہ سالانہ میں بھی ان کا ذکر آئے گا۔ نئے آنے والے احمدیوں کے ایمانوں کی مضبوطی کیلئے دُعا کریں۔ وہ لوگ جو احمدیت کو مٹانے کیلئے رات دن پھر رہے ہیں ان کو حضرت مسیح موعودؑ ان الفاظ میں فرماتے ہیں کہ اے سونے والو! بیدار ہو جاؤ اے غافلو! بیدار ہو جاؤ! کہ ایک انقلاب عظیم کا وقت آگیا۔ یہ رونے کا وقت ہے نہ کہ ٹھٹھے کا۔ دُعا کرو کہ تا تم حقیقت کو سمجھو اور نور کو پاؤ اور ناحق حقانی سلسلہ کو مٹانے کیلئے دُعائیں نہ کرو۔ خدا تعالیٰ اس پودے کو کبھی نہیں کاٹے گا جو اس نے خود لگایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو سچائی سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

اخبار بدر کی توسیع واشاعت

”سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کی مایہ ناز یادگار اخبار بدر قادیان کی توسیع اشاعت کے تعلق سے ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے خصوصی ہدایات وارشادات سے نوازا ہے۔ عہدیداران واحباب جماعت سے خصوصی تعاون کی درخواست ہے کہ ہفت روزہ بدر کا مطالعہ اپنے لئے لازم کردیں۔ نیز دوسروں کو بھی مطالعہ کرنے کی تحریک کریں اور اس کا خود بھی خریدار بنیں اور دوسروں کو بھی بنائیں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ شفقت فل ٹائم منیجر بدر کیلئے مکرم مولوی محمد ایوب ساجد صاحب کی منظوری عطا فرمائی ہے۔ موصوف سے رابطہ کیلئے موبائل فون نمبر نوٹ فرمالیں۔ **09876376441**
نمائندگان بدر بھی موصوف سے رابطہ کرکے رپورٹ دیتے رہیں۔ جزاکم اللہ۔ (صدر نگران بورڈ بدر)